قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہٖ فصلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ
المرشد
لاہور
سی.پی.ایل نمبر ۳

جلد ۱۹ ذیقعد ۱۴۱۸ھ بمطابق اپریل ۱۹۹۸ء شمارہ ۹

مدیر: تاج رحیم ★ سرکولیشن مینجر: راناجاوید احمد

اس شمارے میں

		صفحہ نمبر
اداریہ		۳
فیضان صحبت برکات	مولانا محمد اکرم اعوان	۵
مرکز کی حثیت	مولانا محمد اکرم اعوان	۱۲
انسان اور کائنات	سید عزیز الرحمن	۲۳
ایمان کی کیفیت	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۷
قربانی	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۶
علامہ اقبالؒ کا نظریہ جنگ	ڈاکٹر محمد حامد	۳۹
سوال و جواب	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۴

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور
فون: ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی: کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور: ۵۱۸۰۳۶۷

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشر و اشاعت: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

اداریہ

لاڈلی افسر شاہی اور دھرتی کے سوتیلے بیٹے

دہلی سے لیکر ہانگ کانگ تک برطانوی سامراج کے نو آبادیاتی دور کی تمام نشانیاں حرف غلط کی طرح مٹ چکی ہیں لیکن ہماری صاحب بہادر ٹائپ بیورو کریسی دور غلامی کی عوام کش روایات اور آثار کے بوسیدہ و متعفن لاشے کو بیش قیمت نوادر اور "بابرکت" تبرک کی طرح آج بھی چھاتی سے لگائے بیٹھی ہے اور ان غلیظ و مکروہ روایات کو اپنی رہائش گاہوں اور دفاتر میں محفوظ اور زندہ رکھے ہوئے ہے۔ مزاج غلامی میں پختہ تر یہ بیورو کریسی ذہنی و فکری سطح پر آج بھی ملکہ وکٹوریہ اور جارج پنجم کے دور میں سانس لے رہی ہے اور انگریزی دور کی بدیسی اقدار کو فائلوں، سینوں اور سفینوں سے "دیس نکالا" دینے کے لئے تیار نہیں۔ سامراجی دستر خوان کے یہ زلہ ربا اور کاسہ لیس ٹوڈی بچے اب بھی خوابوں میں لارڈ میکالے، لارڈ کرزن، لارڈ منٹو اور لارڈ لنلتھگو کے حضور اس طرح سیس جھکاتے ہیں جس طرح گزشتہ دنوں کچھ "شاہی غلام" ملکہ الزبتھ کے دورے کے موقع پر کورنش بجا لائے تھے۔

ہندوستان نے آزادی حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ جاگیرداری نظام کا قلع قمع کر دیا اور عہد غلامی کی تمام جاگیریں بحق سرکار ضبط کر لی تھیں، نیز یہ کہ بیورو کریسی کے شاہانہ کروفر، رئیسانہ ٹھاٹ باٹ اور شاہانہ طمطراق کی بساط لپیٹ کر انہیں حاکمیت کی مسند سے نیچے اتار کر عوامی خدمت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا تھا---- لیکن ہمارے ہاں کیا ہوا؟ ۱۹۴۶ء میں منزل آزادی کو قریب دیکھ کر موقع شناس اور چڑھتے سورج کے پجاری تمام جاگیردار، خان بہادر، نواب، ارباب، راجے، سردار، تمن دار اور صاحب زادے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تاکہ مستقبل قریب میں قائم ہونے والی نئی آزاد ریاست میں "ریاست اندر ریاست" کے نظریہ کو فروغ دے کر اپنی اپنی جاگیروں اور "خدائیوں" کا تحفظ کر سکیں۔ اس وڈیرہ کلاس کو پاکستان اور قائد اعظمؒ سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ جنرل ضیاء الحق اور بعض جج صاحبان تو "نظریہ ضرورت" کے احیاء کے حوالے سے خواہ مخواہ بدنام ہو گئے، حالانکہ برصغیر میں نظریہ ضرورت کو سب سے پہلے اسی طبقے نے متعارف کروایا اور اپنایا---- قائد اعظمؒ نے انہی دنوں اپنی جیب کے کھوٹے سکوں کی بات کی تھی---- یہ کھوٹے سکے، قائد اعظمؒ کو بھی جن سے شکوہ تھا، یہی سیاسی فرعون تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ان دیسی خداؤں، ارضی نمرودوں، ریاستی ہامانوں، زرعی شدادوں، مالیاتی قارونوں اور سیاسی فرعونوں نے حکومتی مشینری کو اپنے پنجہ استبداد میں لینے کے لئے اپنی نا اہل آل اولاد، نکھٹو بھانجوں، بھتیجوں، کوڑھ مغز پوتوں اور نواسوں میں کلیدی مناصب اور عہدے، تبرک کے تاشوں اور نکاح کے چھوہاروں کی طرح تقسیم کر دیئے۔

عوام کی زمینیں تو پہلے ہی اس قبضہ گروپ کے ناجائز اور غاصبانہ قبضے میں تھیں۔ یہ وہ ناجائز اور غاصبانہ قبضہ تھا جس کے بارے میں اے آر شبلی نے کہا تھا کہ ان دیسی خداؤں میں سے شاید ایک بھی ۱۸۵۷ء سے قبل، اپنی اراضی اور جاگیروں کی ملکیت کے جائز دستاویزی ثبوت فراہم نہ کر سکے۔ ۱۸۵۷ء میں مسلم تحریک آزادی کا گلا گھونٹنے اور مجاہدین آزادی کی مخبری کرنے کے صلے میں ان "خیر خواہان دولت برطانیہ" کو یہ اراضی اور جاگیریں عطا کی گئی تھیں۔ زمینوں پر قابض ان لٹیروں نے قیام پاکستان کے بعد بذریعہ بیورو کریسی ہر دور میں حکومتوں پر اپنا قبضہ جمائے رکھا۔ پہلے عوام کی زمینیں ان کے قبضے میں تھیں۔ اب اس نئے قبضے کے بعد ان کی جبینیں بھی ان کے آستانوں پر جھکنے پر مجبور ہو گئیں---- ہائے رے آزاد پاکستان کے غلام عوام کی مجبوریاں---- مجبور و مقہور عوام کی پڑھی لکھی اولاد کو معمولی معمولی نوکریوں کے حصول کے لئے ان، ان پڑھ ان داتاؤں کی حویلیوں کے طواف کرانا پڑے۔ یہ ان داتا اس حد تک ان پڑھ تھے کہ درخواست پر انگوٹھا لگاتے اس انگوٹھے کے نیچے ان کا منشی اس مضمون کی مہر لگاتا "خان بہادر فلاں ابن فلاں تمن دار ایل آر (لنڈن ریٹرنڈ)

"خداوندان لندن" کے ان "بندگان بے دام" کی آل اولاد جب بیورو کریسی کے روپ میں ملک کے اقتدار پر قابض ہو گئی تو انہوں نے برصغیر کے کروڑوں مسلم عوام کی جدوجہد آزادی کے قافلے پر شب خون مارا اور لیلی آزادی کو ان کے محمل سے اغوا کر کے اپنے نگار خانہ عیش اور شبستان عشرت کی رونق بنا لیا۔

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء تک برصغیر کے مسلم عوام گورے انگریزوں کے ظلم و تشدد کا نشانہ تھے تو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے تادم تحریر وہ

کالے انگریزوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ ہمارے اکثر اے سی' ڈی سی' سیکرٹری' چیف سیکرٹری' ایس ایس پی' ڈی آئی جی اور آئی جی انہی وڈیروں کے بالواسطہ یا براہ راست رشتہ دار ہیں۔ برطانیہ اور امریکہ میں اس لیول کے سرکاری عہدیداران ان مراعات' سہولیات' اختیارات اور تعیشات کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو ان کے چربوں اور کاربن کاپیوں کو پاکستان میں حاصل ہیں۔ ہمارے یہ افسران بیس بیس اور چالیس چالیس لاکھ کی گاڑیوں میں لال دوپٹے کی طرح اڑے پھرتے ہیں۔ اپنے زیر استعمال گاڑیوں کے علاوہ ان کے گھروں میں چھ چھ سات سات گاڑیاں بمعہ سرکاری ڈرائیورز کے موجود ہوتی ہیں۔ بیگمات اور صاحب زادیوں کی شاپنگ کے لئے الگ گاڑی ہے تو صاحب زادوں کے سیر سپاٹوں' آوٹنگ اور آوارہ گردی کے لئے الگ---- ہماری نیسوں والے حکمران ساز تعلیمی اداروں کے باہر کھڑی گاڑیوں میں سے آدھی سبز نمبر پلیٹ والی گاڑیاں ہوتی ہیں۔ ان گاڑیوں میں در آمد شدہ پٹرول نہیں ٹیکس گزار غریب عوام کا خون جلتا ہے۔ بر سر عام غریب عوام کے خون کے اس ضیاع کی روک تھام کون کرے گا؟---- خیر یہ تو صرف گاڑیوں کا ناجائز استعمال ہے جو دکھائی دیتا ہے' اپنے اختیارات کا غیر مرئی ناجائز استعمال ہر احتساب سے مستثنیٰ اور ہر قانون سے ماورا اختیارات اور حکومتوں کی یہ لاڈلی مخلوق کس طرح کرتی ہے' عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بے بس و افتاں حال جب اس کا تصور کرتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہ حاکمان اعلیٰ اور افسران بالا جی او آرز میں سینکڑوں کنالوں پر پھیلے ہوئے جن عالیشان بنگلوں میں رہتے ہیں جب ان کی تفصیلات کوئی وزیر مال اسمبلی فلور پر سناتا ہے تو عام شہری کا خون کھولنے لگتا ہے---- وہ سوچنے لگتا ہے کہ کیا میں اس دھرتی کا سوتیلا بیٹا ہوں کہ مجھے زندگی میں سر چھپانے کے لئے مرلے ڈیڑھ مرلے کا مکان اور مرنے کے بعد گز دو گز کی قبر بھی نصیب نہیں ہوتی اور یہ لاڈلے ایکڑوں پر پھیلے ہوئے عالی شان محلات میں رہائش پذیر ہیں۔

بیس سے پچیس ہزار تک ماہانہ تنخواہ پانے والا یہ بیورو کریٹ' جب ریٹائر ہوتا ہے تو کروڑوں اور اربوں کا مالک کیوں ہوتا ہے؟ ان کے بچے ایچی سن' گھوڑا گلی' ہارورڈ' آکسفورڈ اور کیمبرج میں علم پاتے ہیں اور وہ بھی سرکاری خرچے پر۔ اکثر تو غیر ملکی وظائف پر ان تعلیمی اداروں میں پکنک منانے گئے ہوتے ہیں۔ بیورو کریسی کی تعلیم دشمنی اور عوام دشمنی ضرب المثل بن چکی ہے۔ عالم یہ ہے کہ طلباء و طالبات کے لئے ہر سال جو غیر ملکی وظائف سینکڑوں کی تعداد میں آتے ہیں' بیورو کریسی اپنے عزیز و اقارب کو بھیجنے کے بعد بقیہ تمام وظائف ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہے۔ وہ عام گھرانے سے تعلق رکھنے والے کسی جوہر قابل کو ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتی۔ عالمی شہرت کے حامل سائنس دان ڈاکٹر اقبال واہلہ نے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ یہ وطن دشمن اور علم دشمن بیورو کریٹ ۸۰ فیصد سکالر شپس ضائع کر دیتے ہیں لیکن متوسط اور زیریں متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی ذہین ترین طالب علم کو' اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مغرب کے اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے---- تعلیم کے حوالے سے ان بیورو کریٹوں کا رویہ بھی خالصتاً" جاگیردارانہ رویہ ہے جیسے روایتی جاگیردار اپنی جاگیر میں ٹاٹ سکول اور لال سکول تک بھی قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اگر کوئی کول تعمیر ہو بھی جائے تو اس پر قبضہ کر کے اسے اپنا ضمنی ڈیرہ بنا لیتا ہے۔ اپنی جاگیر میں لال سکول تک کھولنے کی اجازت نہ دینے والے جاگیرداروں کی اولاد یورپ کے اعلیٰ اور مہنگے ترین تعلیمی اداروں کے ہاسٹلوں میں گلچھرے اڑاتی ہے۔ اسی طرح یہ دقیانوسی بیورو کریٹ بھی اس بات کے روادار نہیں کہ ان کی اولاد کے علاوہ اس ملک میں کسی عام آدمی کا کوئی بیٹا یا بیٹی اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔

وہ عوام دوست عوامی حکومت کب قائم ہو گی جو بیورو کریسی سے اس علم دشمنی' وطن دشمنی اور عوام دشمنی کا حساب لے گی !

(بشکریہ حافظ شفیق الرحمن روزنامہ دن ۹۸-۱-۱۹)

تاج رحیم

فیضانِ صحبت برکات

مولانا محمد اکرم اعوان

بحمد اللہ اللہ جل شانہ ' کا احسان ہے کہ ہر سال کی طرح اس سال بھی بے شمار احباب کو صرف اللہ کی رضا کے لئے سفر اور حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور زندگی کے کچھ لمحے اللہ کی رضا کی طلب میں بسر ہوئے اس کا احسان ہے۔ اس کی کائنات بہت وسیع ہے اور اس میں بے شمار افراد بستے ہیں جن میں مختلف طرح کے کمالات بھی موجود ہیں لیکن یہ اس کی اپنی پسند ہے اور اس کی عطا ہے کہ کس پر محض اپنی طلب کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

جس قدر بھی نعمتیں عالم ہست و بود میں ہیں ان سب کا اپنا اپنا ایک مقام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ چلتے ہوئے آدمی کسی سایہ دار درخت کے نیچے ستانے کو چند لمحے رک جائے تو وہ فرحت جو چند لمحے زیر سایہ کھڑے ہونے سے اسے حاصل ہوئی تھی اس کا بھی حساب ہو گا وہ اللہ کی نعمت ہے۔ ایک گھونٹ پانی کا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ہارون رشید کسی سفر پر تھے تو پانی طلب فرمایا آپ نے ساتھ ایک بزرگ تھے انہوں نے فرمایا اگر آپ کو ایک گلاس پانی قیمتاً" خریدنا پڑے تو اس ویرانے میں کس حد تک آپ اس کی قیمت ادا کر سکیں گے تو کہنے لگے میں آدھی سلطنت دے کر بھی ایک پیالہ پانی کا لے لوں گا کیونکہ حکومت و سلطنت بھی تو زندگی کے ساتھ ہے انہوں نے کہا خریدنے میں تو آپ نے اتنی دولت صرف کر دی لیکن اگر وہ پیالہ جو حلق سے نیچے چلا گیا ہے وہ خارج نہ ہو کسی طرح بھی رک جائے اندر جا کر تو اس کے لئے آپ کیا کچھ دینے کو تیار ہوں گے تو کہنے لگے تو اس کے لئے تو ساری سلطنت بھی دی جا سکتی ہے۔ اس نے کہا اتنا بڑا ملک آپ کے پاس ہے اس کی قیمت تو آپ نے پیشاب کے چند قطرے مقرر کر دیئے ہیں یعنی اتنی بے حساب نعمتیں ہیں اللہ کریم کی جنہیں ہم روز مرہ بے دریغ استعمال کرتے ہیں اور ان کا کوئی حساب نہیں کرتے اندازہ نہیں کرتے انسان اگر گننا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا لیکن ساری نعمتیں جتنی بھی ہیں ان کا تعلق تخلیق باری سے ہے۔ صنعت باری سے ہے آرام ہے غذا ہے سکون ہے جو کچھ بھی ہے جتنی چیزیں انسان کی زندگی کی بقا کے لئے ہیں جتنی اس کے وجود کے بقا کے لئے ہیں جتنے کچھ انعامات اس پر غذا کے طور پر ہیں دوا کے طور پر ہیں یہ سب اسی کی تخلیق ہیں۔ جتنی نعمتیں انسان دنیا میں حاصل کر سکتا ہے ان میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ تجلیات باری کو اخذ کر لے اور اپنے دل کو اپنے سینے کو ان سے منور کر لے اس میں تخلیق نہیں بلکہ خالق کی تجلیات ہوتی ہیں اور تجلیات ذات ہوتی ہیں دنیا کی کوئی نعمت بھی اس سے بڑھ کر نہیں حالانکہ اللہ کریم کی بے حساب نعمتیں ہیں عالم انسانیت پر اور مومنین پر خصوصاً" لیکن جو انعامات ذاکرین پر ہے وہ دنیا میں کسی دوسرے پر نہیں ہے۔

اسلام کا حسن یا حسن اسلام جو ہے وہ یہی طلب الٰہی ہے اور یہ ویسے ہی نہیں ہو جاتی اس کا ایک سبب ہے اس کی ایک وجہ ہے ایک ذریعہ ہے اس کا۔ تب یہ ہوتی ہے خود بخود ویسے ہی بلا وجہ بلا سبب نہیں ہوتی اللہ کریم نے اس کا مرکز اس کا مہبط اس کا منبع بنایا ہے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اور اتنا بڑا مرکز کہ ساری کائنات اس وجود اقدس سے مستفید ہوئی۔

حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ و السلام تمام انبیاء و رسل بھی اخذ تجلیات میں اخذ برکات میں اخذ انوارات میں رب کریم نے تمام انبیاء کو بھی اپنی نبوت کے پانے میں اور ہر صاحب کمال کو اپنے کمال کے حاصل کرنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج بنا دیا۔ تمام انبیاء کا ذاتی ایمان بھی حضور کی نبوت پہ موجود تھا اور آپؐ تمام انبیاء کی امتوں کے ہر دور میں ایمان کا جزو تھے۔ انہیں جو انعامات بھی ملے وہ سب آپؐ ہی کی وساطت سے بالواسطہ میسر آسکے۔

سب سے خوش نصیب امت وہ ہے جو براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیوست ہوئی۔ اور اسی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کتاب اللہ میں وکنتم خیرا امتہ تمام امتوں میں سے اے امت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تم بہترین امت ہو۔

تو اس سارے سلسلے کی بنیاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیوضات و برکات ہیں آپ کی ذات جامع صفات تھی۔ ایک وجود دنیا میں ایسا تھا جو تمام کمالات کا منبع اور ماخذ تھا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امیر بادشاہ اور سلطان بھی تھے آپ ہی میدان جنگ میں سالار اعلیٰ اور جرنیل بھی تھے اسی وقت آپ قاضی اور منصف بھی تھے اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام اور خطیب بھی تھے اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم و مدرس بھی تھے تمام شعبہ ہائے زندگی میں قیادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس میں جمع تھی۔

اور یاد رکھیں جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو انسانی معاشرہ ذلت اور پستی کی انتہا کو چھو رہا تھا ان ہی افراد میں سے آپؐ نے جتنا جو بھی شخص جس کو بھی جتنا آپؐ کا قرب نصیب ہوا جتنی کوئی برکات سمیٹ سکا انہی لوگوں میں سے انہی زمانے کے لوگوں میں سے اسی زمین کے لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ایسی عظمتوں سے آشنا کر دیا لوگوں کو کہ ان میں سے ایک ایک فرد اپنی مثال آپ ہے اور پھر جتنی جتنی طلب کسی دل میں آئی اتنی ہی اللہ کریم نے اسے وہ نعمت عطا کر دی اور یہ نعمت عظمیٰ جو ان لوگوں کو صحابیت سے سرفراز فرما گئی وہ کیا تھی۔

آپؐ کی تعلیمات انتہائی قیمتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بے مثل و بے مثال ہیں لیکن یاد رکھیں یہ ساری چیزیں انہی لوگوں کو سرفراز کر سکیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو اختیار کیا۔ تعلیمات و ارشادات تو عام ہوتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ہر کوئی سنتا تھا لیکن جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو قبول نہ کیا اسے آپؐ کے ارشادات مستفید نہ کر سکے۔

اور جنہوں نے قبول کیا ان میں جتنی جتنی طلب بڑھتی گئی اتنا اتنا انعام بھی بڑھتا گیا حتی کہ پوری امت میں جتنی طلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے دل میں پائی گئی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی اور

جس قدر بھی نعمتیں عالم ہست و بود میں ہیں ان سب کا اپنا اپنا ایک مقام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ چلتے ہوئے آدمی کسی سایہ دار درخت کے نیچے ستانے کو چند لمحے رک جائے تو وہ فرحت جو چند لمحے زیر سایہ کھڑے ہونے سے اسے حاصل ہوئی تھی اس کا بھی حساب ہو گا وہ اللہ کی نعمت ہے۔ ایک گھونٹ پانی کا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

عطائے باری دیکھئے کہ اس زمین پر بستے ہوئے کچھ لمحے ایسے بھی آئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر ہجرت میں پوری خدائی سے کٹ کر ایک ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور اثنائے راہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کندھے پر سوار کیا گویا پوری کائنات میں حضور تک پہنچنے کے لئے ایک وقت میں صرف ایک وسیلہ تھا اور وہ تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر تین دن رات غار حراء میں اس ہستی کی توجہ اس اکیلے شخص کو نصیب ہوئی جو پوری کائنات کو منور کرنے کی استعداد لے کر معبوث ہوا۔

ساری کائنات آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک آنے والے شخص تک اگر سارے بیک وقت ایمان لے آئیں اگر ایسا ممکن ہو سارے ایمان لے آئیں تو سب کے دلوں کو منور کرنے کی استعداد موجود ہے قلب اطہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، چونکہ آپ ساری کائنات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

تو اتنی بڑی قوت ایک اکیلے شخص کو تین شبانہ روز نصیب رہی وہ تو جاننے والے جانتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے تھے شب کو اور آسمان کا سینہ ستاروں سے پر تھا شفاف ستارے چمک رہے تھے سیدہ کائنات حبیبہ حبیب کبریا ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عجیب سوال کیا عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ کسی کی نیکیاں کسی کے اعمال حسنہ ایسے بھی ہوں گے جس طرح آسمان کا سینہ ستاروں سے جگ مگ جگمگ کر رہا ہے بے حد و حساب وسیع جہاں سے دیکھو وہیں سے اسی طرح حال ہے پوری دنیا پھر جاؤ جہاں جاؤ گے وہیں اسی طرح چمک دمک ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بے شک عمر کے اعمال ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ ان کا خیال تھا پوچھنے میں ان کے دل میں یہ بات تھی کہ میرے والد گرامی کا نام آئے گا جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا نام آیا تو انہیں خوشگوار حیرت سی ہوئی یا رسول اللہ تو میرے والد کے کیسے ہیں۔ یعنی اصل بات تو جو ان کے دل میں تھی وہ وہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر عمر کی یہ ساری نیکیاں بھی دے دی جائیں تو غار حراء میں رہنے والی ایک رات کا مقابلہ نہیں کرتیں۔ حتیٰ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہ واقعی آپ میری زندگی کے سارے اعمال حسنہ لے لیں اور اس ایک رات کی برکات مجھے دے دیں انہوں نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے۔

یعنی برکات صحبت جو تھیں ان کی قیمت اپنی تھی اور باقی تمام جتنے محاسن تھے ان کا مدار برکات صحبت پر

تھا۔ یہ برکات صحبت ہی تھیں جو اک نگاہ میں ایمان لانے والے کو شرف صحابیت عطا کر گئیں۔ صحابی صرف صحابی نہیں ہوتا صحابی کے دل کی کیفیات بدل جاتی ہیں اس کی پسند و ناپسند بدل جاتی ہے اس کی طلب و آرزو بدل جاتی ہے اور اس کا جینے اور مرنے کا ڈھنگ ہی جداگانہ ہو جاتا ہے۔ آپ پوری تاریخ عالم میں ان جیسی زندگی گذارنے والا تو مشکل ہے ان جیسی موت ہی قبول کرنے والا فرد پیش کر دو۔

ان کے جینے کے ڈھنگ بدل گئے ان کے مرنے کے انداز جداگانہ ہیں۔ تو حقیقتاً" تھوڑا سا فیصلہ انسان کے پاس ہے باقی سب کچھ وہ خود کرتا ہے کہ کیا وہ اس نعمت عظمیٰ کا طلب گار ہے یا نہیں۔ بس یہ ہاں یا نہ ہے انسان کے پاس پھر جتنی گہرائی سے ہاں نکلتی ہے اتنے انعامات کے دروازے اس پہ کھول دیئے جاتے ہیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو جس طرح باقی نعمتیں بٹ گئیں شیخین کریمین کا عہد جو ہے اسے خلافت علی منہاج النبوہ اس لئے کہتے ہیں تقریباً" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' انوارات نبوت میں اس قدر مستغرق تھے کہ ان کے دور میں وہ برکات ویسے ہی ضوفشاں رہیں۔ اس کے بعد جوں جوں کمالات بٹتے گئے حتیٰ کہ آپ دیکھتے ہیں کہ پھر تمام اوصاف کے علیحدہ علیحدہ وجود ہمیں نظر آتے ہیں۔ حکومت و سلطنت ایک شخص کے پاس نظر آتی ہے تو درس و تدریس کسی دوسرے کے پاس اسی طرح درس و تدریس میں پھر شعبے بن گئے کسی نے فن تفسیر کو اپنایا کسی نے حدیث کو کسی نے فقہ کو یعنی وہ کمالات وہ اوصاف جو بیک وقت ایک وجود اقدس میں موجود تھے وہ تقسیم ہو گئے اپنی اپنی حیثیت و استعداد کے مطابق مختلف اوصاف مختلف افراد نے اپنائے۔

اسی طرح برکات صحبت کی امانت کو جس طبقے نے اپنایا اسی کو صوفی کہا جاتا ہے جیسے مفسرین کا طبقہ ہے محدثین کا طبقہ ہے فقہاء کا ہے اسی طرح سلاطین و امراء کا ہے قاضی اور ان حکام کا ہے ایک طبقہ۔ اسی طرح صوفیاء کا بھی ایک طبقہ بن گیا۔

لیکن باقی تمام افراد نے ایک ایک وصف کو اپنایا مگر جن کے حصے میں فیض صحبت آیا ان میں ان کی حیثیت کے مطابق ہر لمحہ صحبت کا پر تو موجود ہوتا ہے۔ ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے ہر حاکم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی حاکم ہوتا ہے ہر مفتی صوفی نہیں ہوتا لیکن صوفی جو ہوتا ہے وہ مفتی ہوتا ہے ایسے مضبوط اور ٹھوس فیصلے کیا کرتا ہے جن میں کوئی جھول کوئی لچک نہیں ہوتی یعنی باقی جتنے اوصاف ہیں جتنے طبقوں نے اپنائے اکیلے اکیلے ایک ایک وصف اخذ کیا انہوں نے۔ لیکن فیضان صحبت برکات صحبت حاصل کرنے والے جو لوگ تھے انہیں تمام اوصاف میں سے ان کی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا۔ چونکہ یہ کمال جو ہے دراصل تمام کمالات کا منبع اور ماخذ ہے اب اس میں بھی آپ دیکھیں کہ کیسے کیسے افراد رب کریم پیدا فرماتے ہیں اور کتنی کتنی طلب ہے کس دل میں کسی نے آج تک یہ سوچا بھی نہیں تھا۔ بلکہ بعض احباب نے یہ بات کہی بھی کہ موت کے بعد ہمیں یہاں جگہ دی جائے تو فیصلہ یہی کیا تھا کہ جہاں کوئی بستا ہے وہیں کوئی اپنا اہتمام کرو بھی یہاں یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم ایک قبرستان کی بنیاد رکھ دیں اور خواہ مخواہ لوگوں کے لئے ایک اور مصیبت کھڑی کریں جہاں جہاں کوئی ہے اللہ کی زمین وسیع ہے ہر جگہ خدا موجود ہے جہاں کوئی دفن ہو گا اللہ کی رحمت کو پالے

گا وہیں وہیں جہاں کوئی ہے وہاں قیام کرو۔

لیکن پتہ نہیں اس بندے کے دل میں کتنی طلب تھی نہ اس نے کسی سے مشورہ کیا نہ پوچھا نہ اجازت لی کوئی رسمی کارروائی نہیں ہے کوئی کسی کا اس میں دخل نہیں ہے اور کتنا عجیب شخص ہے دنیا سے اٹھ گیا اور زمین پر ایک انچ کی ملکیت کا مدعی نہیں کسی مکان پر اس کا دعویٰ نہیں ہے کسی جائیداد کی اس کے نام رجسٹری نہیں ہے کیسے کیسے لوگ اللہ کے طالب خدا کے بندے ہیں اور کہاں سے اللہ کریم نے اسے اٹھایا افغانستان میں پتہ نہیں کس قصبے کس شہر میں رہتا تھا اللہ کی راہ میں ہجرت نصیب ہوئی خدا کے بندوں کی صحبت نصیب ہوئی کتنی عزت حضرت کیا کرتے تھے اسی کی کتنی قدر کیا کرتے تھے یہ شخص فاضل تھا فن حدیث میں فقہ میں فن تفسیر میں علمی پایہ اس کا مثالی تھا پوری عمر درس و تدریس میں بسر فرمائی ورع و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ انتہائی بیماری کی حالت میں کسی قریبی ساتھی سے دوا تک لینا پسند نہیں کیا ساتھی یہ کوشش کرتے تھے دوا ہی خرید کر دے دیں تو لینے سے گریز کرتے تھے۔

بعض واقعات ملتے ہیں صوفیوں کے التعرف فی مقامات تصوف میں ایک واقعہ ملتا ہے کچھ لوگ بیٹھے تھے کسی چشمے کے کنارے پہ ایک درویش آیا اور اس نے پوچھا بھئی یہاں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں کوئی آدمی مر سکے آرام سے تو انہوں نے مذاق سمجھا تو کہنے لگے بابا اس طرف ہے وہاں وضو وغیرہ کر لو اور سایہ بھی ہے سایہ میں لیٹ کر مر جاؤ۔ تو وہ اس طرف چلا گیا تو وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوئے اٹھے انہوں نے کہا بھئی وہ دیوانہ کہاں گیا دیکھیں تو سہی تو انہوں نے دیکھا تو وہ واقعی سائے کے نیچے لیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

رسالہ قشیریہ میں دیکھ رہا تھا جو انہوں نے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے بیان کرنے والا کہتا ہے مسافر تھا ہمارے شہر میں آ کر بسا نیک آدمی تھا میری اس کے ساتھ دوستی ہو گئی تو فرماتے ہیں مجھے کسی کام سے کہیں باہر جانا پڑا جب میں واپس آیا تو گھر والوں نے مجھے کہا کہ آپ کا وہ دوست جو وہ درویش ہے فقیر آدمی ہے وہ تو بڑا سخت بیمار ہے تو فرماتے ہیں میں اس کے پاس پہنچا اس کے پیٹ میں تکلیف تھی درد تھا بڑا شدید اور مصافحہ کے لئے اس نے ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تو دوسرے لمحے میں نے دیکھا اللہ کو پیارا ہو چکا تھا فرماتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ہی انتظار کر رہا ہو۔ فرماتے ہیں میں نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا غسل کے بعد جنازے کے بعد جب قبر میں رکھا تو میں نے چاہا کہ اس کے انداز میں اور عجز اور تذلل پیدا کر دوں اللہ کریم اس پہ زیادہ رحمت اور مہربانی فرمائیں۔ تو میں نے اس کا منہ کھول کر دایاں رخسار اس طرح زمین پر رکھنا چاہا۔ فرماتے ہیں جیسے میں نے اس کا منہ ننگا کر کے رخسار نیچے رکھنا چاہا تو اس نے آنکھ بھر کے دیکھا مجھے۔ تو میں نے حیرت سے کہا تم مر چکے ہو یا زندہ ہو کہنے لگا اس کے آگے مجھے رسوا نہ کرو جس کے ہاں میری بڑی عزت ہے۔

یہ اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں اس شخص کو دیکھو کل اس وقت یہاں بیٹھا درس سن رہا تھا لوگوں کے ساتھ معمول کے مطابق چائے پی ناشتہ کیا اشراق پڑھے باہر چلا گیا حاجات ضروریہ سے فراغت حاصل کرنے کے لئے باہر گیا فارغ ہو کر واپس آیا وضو کرنے بیٹھ گیا پورا وضو جب دونوں پاؤں بھی دھو چکا تو بیٹھے بیٹھے گر گیا سیدھا کیا تو اللہ کو پیارا ہو چکا تھا کیسا عجیب آدمی تھا اور ڈٹ کر ڈیرہ لگا لیا ہے جب تک یہاں اللہ اللہ ہوتی رہے

گی ہر ذکر میں ہر نماز میں ہر دعا میں یہ شخص یہاں موجود ہے۔

ہمارے اپنے پاس کوئی سند نہیں ہے ہمیں یہاں ہمیشہ رہنا نصیب ہو۔ لیکن بات بنیادی یہ ہے جو میں یہاں عرض کرنا چاہ رہا ہوں یہ اپنی اپنی طلب کی بات ہے۔ کتنے لوگ ایسے بھی ہیں جو یہاں بیٹھ بیٹھ کر اٹھ گئے گارا ڈھوتے رہے اینٹیں پکڑاتے رہے نمازیں پڑھتے رہے ذکر کرتے رہے جب بدبختی آئی تو سب کچھ یک قلم فراموش کر دیا یہاں کیا تھا بجز یاد الٰہی کے۔

اور اس معمورہ عالم میں یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ جو خلوص اور جو محبت یہاں میسر ہے روئے زمین پر اس وقت کسی دوسری جگہ نہیں ہے۔ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے۔

لیکن یاد رکھو حادثہ وہیں ہوتا ہے جہاں کوئی بنیادی خرابی ہو جو بھی گرتا ہے دراصل اپنے ہی دل اور اپنے اس ہاں یا نہ کے فیصلے کی کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے بعض لوگ دیکھا دیکھی لوگوں کے پر لطف سفر کو دیکھ کر ساتھ سفر کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں لیکن ان کا مقصد منزل پر پہنچنا نہیں ہوتا ان کا مقصد راستے کے نظاروں سے لطف اندوز ہونا ہوتا ہے لیکن جو اس منزل کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے اللہ کریم اسے ضائع نہیں ہونے دیتے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم

سنبھلنا۔ جو محض اللہ کے لئے محنت کرتا ہے اللہ کریم اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیتے ہیں اور سارا راستہ اسے اپنے دست قدرت سے چلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ دیکھ لیں کہ ایسے دیوانے بھی ہیں جو اس کے دروازے پہ آ کے مرتے ہیں اور وہیں کے ہو رہتے ہیں۔

تو میرے بھائی یہ بہت بڑی نعمت بہت بڑی دولت جو ہے اس کی قیمت میرا یا آپ کا فیصلہ ہے ہاں یا نہ کتنی بڑی نعمت ہے کائنات میں جس کا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کر سکتی ساری نعمتیں تخلیق باری ہیں اور یہاں ذات باری تجلیات باری ہے۔ ساری نعمتیں بیک وقت جمع ہو جائیں مخلوق اور خالق کی تجلیات ذاتی کا مقابلہ تو نہیں ہے اور تمام نعمتوں کے لئے کچھ نہ کچھ قیمت ہے اس کی قیمت بھی رب کریم نے عجیب رکھی ہے ہاں ہو یا نہ ہو۔

کتنی گہری ہاں ہے اتنا انعام ملے گا اور کتنی جھول اور کمزوری ہے آپ کی اس ہاں میں اتنی کمی رہ جائے گی کہاں تک زندگی کے سفر میں آپ کی ہاں آپ کے ساتھ چلتی ہے وہاں تک یہی محافل یہی مجالس نصیب ہوں گی۔ اور جہاں جا کر اس ہاں کی قیمت دم توڑ دیتی ہے وہاں سے آدمی کھڑا کھڑا نکال دیا جاتا ہے۔ یعنی سرمایہ اسی کا گھر کا ہوتا ہے۔

جس طرح پل صراط پر لوگ جب سفر کریں گے تو حدیث شریف میں آتا ہے ایسے لوگ بھی گزریں گے پل صراط سے نیچے جہنم دھک رہا ہو گا۔ اپنے پورے زور

ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے ہر حاکم صوفی نہیں ہوتی لیکن ہر صوفی حاکم ہوتا ہے ہر مفتی صوفی نہیں ہوتا لیکن صوفی جو ہوتا ہے وہ مفتی ہوتا ہے ایسے مضبوط اور ٹھوس فیصلے کیا کرتا ہے جن میں کوئی جھول کوئی لچک نہیں ہوتی یعنی باقی جتنے اوصاف ہیں جتنے طبقوں نے اپنائے اکیلے اکیلے ایک ایک وصف اخذ کیا انہوں نے۔ لیکن فیضان صحبت برکات صحبت حاصل کرنے والے جو لوگ تھے انہیں تمام اوصاف میں سے ان کی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا۔ چونکہ یہ کمال جو ہے دراصل تمام کمالات کا منبع اور ماخذ ہے

شور سے پل صراط پر چلنے کے لئے صرف اور صرف اعمال کی قوت ہوگی ایمان کی قوت ہوگی ایمان کے بعد جتنے اعمال ہوں گے اس قوت کے ساتھ آدمی وہاں سے گزر سکے گا۔ تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگ بھی گزریں گے کہ وہ پل پر قدم رکھیں گے تو جہنم پکار اٹھے گا کہ بار الٰہ انہیں بہت جلدی لے جا۔ ورنہ میرے شعلے سرد ہو جائیں گے ایسے بھی ہوں گے وہ جس طرح بجلی چمکتی ہے گزر جائیں گے ہوا کی تیزی سے گزر جائیں گے ایسے بھی ہوں گے جو پیدل گرتے پڑتے گھسٹتے پڑتے پرلے کنارے پہنچ جائیں گے اور بے شمار مخلوق ایسی بھی ہوگی اثنائے راہ میں اعمال ختم ہو جائیں گے وہاں وہ سیدھے جہنم میں جائیں گے کسی کی اگلے سرے کے قریب پہنچ کر کسی کی تین چوتھائی سفر طے کرنے کے بعد کوئی نصف میں اسی طرح یہ سارا معاملہ جہاں تک اعمال ساتھ دیں گے وہاں تک چل سکے گا ایسے ہی یہ پل صراط ہے۔

جہاں تک میرے اور آپ کے فیصلے کی گہرائی کا تعلق ہے گہرائی کا تعلق ہے وہاں تک کوئی خطرہ نہیں وہاں تک اللہ حافظ ہے حفاظت اسیہ ساتھ ہے۔

حتی کہ اس بابے کی ہاں کو دیکھو کہ یہ اپنی **ھشت** خاک کو بھی یہاں گڈوا کے رہا۔ اور ایسے بھی ہیں جن کی قوت فیصلہ میں اتنی جھول تھی اتنی کمی تھی اتنی کمزوری تھی کہ ساری عمر دس دس بارہ بارہ پندرہ پندرہ سال لوگوں کو یہاں آنے کی دعوت دیتے رہے اور اب لوگوں کو یہاں آنے سے منع کرنے پہ لگے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تابہ کجا

تو میرے بھائی یہ بہت بڑی دولت ہے اور بہت ارزاں ہے بڑی سستی ہے کہ کوئی صرف یہ کہہ دے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے عطا ہو جاتی ہے لیکن یہ فیصلہ بچوں کا کھیل نہ ہو یہ فیصلہ فیصلہ ہو۔ ایسا فیصلہ جس پر فیصلہ کرنے والا تو کم از کم قائم رہے اور یہی وہ قاضی و منصف ہے جو ہر آدمی کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ میدان حشر میں بھی اسی کا فیصلہ نافذ ہو گا۔

اللہ کریم فرمائیں گے اقراء کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا" اپنا اعمال نامہ پڑھ لے تو خود ہی اپنا بہترین جج ہے تو نے دنیا میں جس کام کے لئے ہاں کہا اس کا بدلہ بھی پالے گا اور جس کے لئے نہ کہا اس کا بدلہ بھی پالے گا یعنی اپنا فیصلہ تو خود کر کے لایا ہے تو خود جج ہے یہاں تو وہ چیز صرف تیرے سامنے کر دی جائے گی اپنا فیصلہ تو تو دنیا سے خود کر کے آیا ہے۔ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبًا آج کے دن تو اپنا قاضی خود ہی ہے وہی فیصلے انہی پر عمل ہو گا جو تو دنیا میں کرتا رہا تو میرے بھائی یہ نعمت غیر مترقبہ یہ ایسی نعمت جس کا حصول صاحب تفسیر مظہری نے ہر مسلمان مرد و عورت پر اس کا حاصل کرنا واجب قرار دیا ہے یہ بنیاد ہے ایمان کی عبادات کی خشوع و خضوع مقصود ہے جو اس دولت کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ تو اس کی قیمت صرف وہ ہاں ہے جو دل کی گہرائی سے نکلے تو اس کے بعد اللہ کریم راستے فراغ کر دیتے ہیں توفیق ارزاں کر دیتے ہیں تو میرے بھائی میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ خوب سوچ سمجھ کر اپنے دل کے ساتھ اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے دل کی گہرائی میں فیصلہ کریں ایسا فیصلہ کریں جو مثالی ہو۔ اس پر اللہ کریم استقامت اور توفیق عمل نصیب فرمائیں۔ دعا کر لیں اپنے لئے مولانا عبدالباقی رحمتہ اللہ کے لئے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں مرنے والے جن کے لئے دعائے مغفرت کرنا اپنی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

مرکز کی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
واذ بوانا لابراہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود ○ و اذن فی الناس بالحج یا توک رجالا و علی کل ضامر یا تین من کل فج عمیق ○ سورہ الحج آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

سورہ الحج کی آیات مبارکہ ہیں اور ان آیات میں حج کی بنیاد کس طرح سے استوار ہوئی ارشاد ہوتا ہے۔ واذ بوانا لابراھیم مکان البیت جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی جگہ پر ٹھکانہ دیا کہ من جانب اللہ ایک مرکز نصیب ہوا ایک ایسی جگہ جو تجلیات باری کا مہبط ہے ایک ایسی جگہ جو پوری دنیا کا مرکز ہے ایک ایسی جگہ جسے اللہ کریم نے اپنے سجدوں کے لئے بطور سمت کے تعین کے مختص کر دیا ایک بہت بڑا مرکز یہ ایک حصہ

جو اس کا طواف کریں جو اس میں قیام کریں جو اس میں رکوع و سجود کریں جب یہ اوصاف حاصل ہو جائیں تو پھر واذن فی الناس بالحج پھر لوگوں کو حج کی دعوت دیجئے لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے یاتوک رجالا علی کل ضامر وہ آپ علیہ السلام کے پاس پیدل بھی دوڑے آئیں گے دبلے کمزور اونٹوں پر جیسی سواری ملی اس پر بھی سوار ہو کر آئیں گے۔

من کل فج عمیق دور دراز کے راستے اور منزلیں طے کرتے ہوئے یہ ان کا آسان سا اور سلیس سا ترجمہ ہے۔

انسانی زندگی اور ایمان کے ساتھ زندگی اللہ کی اطاعت میں اور آخرت کے لئے زندگی اسی اسلوب کے تحت نصیب ہو سکتی ہے ہمارا آج کا بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی جان مال آبرو محفوظ نہیں ہے پورے ملک میں عام شہری کے لئے روزگار کے وسائل ختم ہو چکے

مولانا محمد اکرم اعوان

ہے۔ دوسرا حصہ ہے کہ جب وہ نعمت نصیب ہوئی تو ان لا تشرک بی شیئا۔ اس کا سب سے پہلا اثر یہ ہونا چاہیے کہ آپ اللہ کے ساتھ اس کی ذات میں یا اسکی صفات میں کسی طرح سے بھی رائی برابر بھی کسی کو شریک نہ کریں ان لا تشرک بی شیئا تیسرا حصہ یہ ہے وطھر بیتی للطائفین کہ میرے گھر کو پاک اور صاف رکھیں آلودہ نہ کریں ان لوگوں کے لئے

ہیں قتل و غارت کرنے والے لوٹ مار کرنے والے موج کرتے ہیں کمزور ہونا جرم بن گیا ہے شرافت کمزوری ہے اب اس کے ساتھ ہم اسلام اسلام بھی پکارتے رہتے ہیں اور نفاذ اسلام کی باتیں بھی کرتے ہیں جو کم و بیش ان حالات میں اور اس ملک میں دیوانے کا خواب یا دیوانے کی بڑ نظر آتی ہے اب جو کوئی بھی ملتا ملاتا ہے جو سوال سب سے زیادہ اہم جو سوال سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیسے ہو گا یہ کون کرے گا کیا یہی افراتفری یہی ظلم یہی

زیادتی اسی طرح چلتی رہے گی یا اسے کہیں کوئی روکے گا کون روکے گا کیسے روکے گا یہ آیہ کریمہ ہمارے سوال کا جواب بھی ہے سب سے پہلی اور بنیادی بات ہوتی ہے مرکز کی کوئی ایک ایسا مرکز جس پہ پوری قوم متفق ہو سکے اور وہ مرکز اپنے اندر ایک قوت رکھتا ہو وہ قوت جو اللہ کی معیت کی قوت ہو تجلیات باری کی قوت ہو رحمت الہی کا مظہر ہو محض کسی ایک جگہ چند پتھر رکھ لینے سے مرکز نہیں بن جاتا محض کسی ایک فرد کو آگے لگا لینے سے مرکز نہیں بن جاتا مرکز کی خصوصیت یہ ہے جس طرح یہ آیہ کریمہ بتاتی ہے۔

اذ بوانا لابراھیم مکان البیت۔ جب ہم نے وہ جگہ جہاں بیت اللہ تھا اور پھر دوبارہ تعمیر کیا ابراہیم علیہ السلام نے جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ مرکز نصیب کیا یعنی ہر ٹیکری مرکز نہیں بنتا اس مرکز میں اپنی وہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ تعلق باری پیدا کر دے رحمت الہی کا سبب بنے اللہ کی معیت کا سبب بنے اور اللہ کی طرف سے مدد نصیب ہو کیا ہمارے پاس کوئی ایسے کسی مرکز کا تصور ہے۔ ہمارے پاس رب جلیل نے جو مرکز ہمیں عطا فرمایا وہ بیت اللہ سے عظیم تر ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مرکز کی حیثیت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بیت اللہ اگر ہمارا قبلہ بنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ تمہارا قبلہ ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ فرما کر نماز پڑھتے تھے تو سارے مسلمان بیت المقدس کو قبلہ مان کر نماز ادا کرتے ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور اللہ کا ذاتی کلام ہے اللہ کی صفت ہے لیکن ہمارے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہمارے پاس کوئی گواہی نہیں ہے کہ یہ واقعی اللہ کی کتاب ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی عظمت کی جب بات آتی ہے تو علمائے حق جب فضیلت کی بات کرتے ہیں زمین کی تو مختلف خطوں کے مختلف فضائل بیان کرتے ہوئے بات یہاں ختم ہوتی ہے کہ جس زمین پر بیت اللہ بنایا گیا ہے کعبۃ اللہ کی دیواروں کے اندر جو زمین ہے وہ روئے زمین کے تمام خطوں سے افضل ہے لیکن مرقد منور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حصہ جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بدن مبارک سے مس ہو رہا ہے وہ بیت اللہ سے افضل ہے اس لئے کہ وہ وجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہو رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے امت محمدیہ کو جو مرکز عطا فرمایا وہ بیت اللہ سے عظیم تر ہے جہاں تک اللہ کی رحمت کا تعلق ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمت مجسم ہے وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین ساری کائنات کے لئے اللہ کی ساری تخلیق کے لئے رحمت مجسم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات' تو مرکز تو نصیب ہو گیا مسلمان کو لیکن اب آگے شرائط شروع ہو گئیں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب میں نے تجھے اتنا عظیم مرکز دیا تو اب میری ذات کو بھی تجھے عظیم ماننا پڑے گا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا شرک کیا ہے اس کی بڑی تعبیریں ہیں اور اس کی بڑی تشریحات ہیں اور اس میں بڑی تفسیریں ہیں لیکن اگر آدمی سمجھنا چاہے تو زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں

بڑی شرک یہ ہے کہ کوئی کام بھی کیا جائے دوستی کی جائے دشمنی کی جائے خرید و فروخت کی جائے اس میں

مد نظر یہ بات رہے کہ اس میں اللہ کی رضا نصیب ہو اللہ ناراض نہ ہو تو یہ توحید ہے لیکن وہی کام اگر اس طرح کیا جائے کہ اللہ راضی رہے یا ناراض رہے اس کی مرضی لیکن فلاں شخص کو مجھے راضی کرنا ہے تو یہ شرک ہے اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کرنا سب سے بڑا شرک ہے پتھر کے سامنے سجدہ کرنا اتنا بڑا شرک نہیں جانوروں کو پوجنا اتنا بڑا شرک نہیں ہے شرک حقیقی یہ ہے کہ جب ہم اپنی توقعات اللہ کے لئے کسی دوسرے سے وابستہ کر لیتے ہیں اور اسے خوش کرنے کے لئے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں یا جب ہم کسی دوسرے سے ڈرتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان دونوں حالتوں میں صرف شرک نہیں ہوتا اس بندے کو ہم اللہ سے ٹکرا مانتے ہیں اسے اللہ سے عظیم سمجھا جاتا ہے تو مولانا لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ شرک تو دور کی بات ہے لوگ ربوبیت باری پہ ہی نہیں ٹھہرتے کسی کا رب دکان ہے اور کسی کا رب دفتر ہے کسی کا رب اس کی ملازمت ہے اللہ کی اطاعت چھوڑ دیں گے لیکن اپنے اس کاروبار کو نہیں چھوڑتے اسے اپنی روزی کا سبب جانتے ہیں اللہ کو نہیں جانتے تو مرکز کے ساتھ استوار رہنے کے لئے شرط یہ ہے کہ مرکز جس نے عطا کیا ہے اس کی ذات یا اسکی صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے رائی برابر بھی۔

لا تشرک بی شیئا۔ رائی ذرہ برابر بھی شمہ برابر بھی شرک نہ کر دوسری بات یہ ہے کہ میں نے تجھے جو مرکز عطا کیا ہے تو اسے آلودہ کرنے کا سبب نہ بن۔ بیت اللہ کو دھو کر رکھنا صاف رکھنا مٹی جھاڑ کر رکھنا یہ اسکی طہارت نہیں ہے بیت اللہ کی طہارت سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ میں اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بیت اللہ کی آلودگی یہ ہے کہ وہاں گناہ نہ کیا جائے اب جب بات مرکز کی آئے گی بات آئے گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر نسبت کی بات آئے گی تو شرک کے بعد عظیم تر بات یہ ہے کہ کہیں میرے نبی علیہ الصلوۃ و السلام کی نافرمانی نہ ہونے پائے آلودگی کا عنصر درمیان میں نہ آئے گھر پاک صاف رکھ اس رشتے کو اگر تو اسے پاک صاف رکھے گا طواف کرنے والوں کے لئے قیام کرنے والوں کے لئے رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے جس جس کا تعلق اس کے ساتھ ہو گا وہاں کون آئے گا طواف کرنے والے لوگ آئیں گے وہاں قیام کرنے والے لوگ آئیں گے وہاں رکوع و سجود والے لوگ آئیں گے جب وہاں گناہ کا عنصر جب تیرا اور تیرے مرکز کا تیرے نبی علیہ الصلوۃ و السلام کا تعلق ایسا ہو گا کہ اس میں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو اور نافرمانی کا تصور بھی نہ ہو یہاں یہ بات یاد رہے کہ انسان فرشتہ نہیں بن سکتا اس سے خطا ہو جاتی ہے خطا کا ہو جانا دوسری بات ہے اور خطائیں کرتے چلے جانا یہ دوسری بات ہے غلطی ہو جانا اس پہ نادم ہونا اس پہ توبہ کرنا اس پہ بخشش مانگنا اس پہ

تو پہلی بات یہ ہے میرے بھائی کہ اسی لمحے اپنے آپ کو اپنے نبی علیہ الصلوۃ و السلام کے ساتھ کھڑا کر لو طے کر لو کہ مجھے اللہ کے اسی احسان کا شکریہ ادا کرنا ہے جس نے مجھے رسولؐ عطا فرمایا اب یہ شکریہ کیسے ادا ہو صرف ایک طریقہ ہے اس کا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے شکایت نہ ہو اور مشکل کام یہی ہے باقی کام مشکل نہیں ہیں

شرمندہ ہونا یہ درست ہے لیکن غلطی کو غلطی ہی نہ سمجھنا اور گناہ پر اکڑنا اور فخر کرنا اور کرتے چلے جانا یہ آلودگی ہے اگر اس آلودگی سے تم نے اپنے مرکز کو بچا لیا تو پھر ہر آنے والا تمہارا ہر کردار تمہاری ہر سوچ تمہاری ہر فکر تمہارا ہر عمل وہ طواف کرنے والا ہو گا اللہ کے حضور قیام کرنے والا ہو گا رکوع اور سجود کرنے والا۔ اصلاح ہو گی تمہاری تمہارے کردار کی تمہارے افکار کی۔

یہاں بڑے مزے کی باتیں ہوتی ہیں میرے ساتھ۔

تعویذ دیجئے نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا نیکی کرنے کو جی نہیں چاہتا فلاں بری عادت ہے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا یہ تعویذ سے نہیں چھوٹے گی بری عادت ۔ دم کرنے سے کوئی نمازی نہیں ہو جائے گا یہ سارے اوہام ہیں اس طرح کچھ نہیں ہو گا اگر ان حالات کی اصلاح کرنی ہے تو معاملات کی اصلاح جو اپنی طرف سے ہے وہ کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ کھرے ہو جاؤ اللہ کی رحمت تمہارا مقدر بن جائے گی اگر اپنا معاملہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بھی کھرا نہیں کر سکتے تو کونسا تعویذ ہمارے کام آئے گا کونسا وظیفہ ہماری جان بچائے گا کون ایسا پیر ہے یا کون ایسا کوئی مرشد ہے جو ہماری دست گیری کرے گا کوئی نہیں۔

اور فرمایا یہی نہیں ہے اگر تم کھرے ہو جاؤ اور تم مرکز کو آلودہ نہ کرو تو نہ یہ کہ تمہارا اپنا کردار درست ہو جائے گا جہاں تک تمہاری آواز پہنچے گی لوگوں کا کردار تبدیل ہوتا چلا جائے گا اور لوگ ہی زمانہ ہوتے ہیں لوگ ہی اپنے عہد کا کردار ہوتے ہیں جب لوگ بدلیں گے حالات بدلیں گے جب لوگ درست ہوں گے حالات درست ہوں گے اگر حالات درست ہوں گے تو آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے ہم اس امید پہ بیٹھے ہیں کہ کوئی پہاڑ پھٹ جائے گا اس میں سے کوئی بڑا بندہ نکلے گا یا آسمان پھٹ جائے گا وہاں سے کوئی آدمی جھڑ پڑے گا اور غیب سے کوئی بندہ نمودار ہو جائے گا مسئلے حل ہو جائیں گے کوئی نہیں ہو گا بات لوٹ کر وہیں آئے گی کہ ہمیں خود کو اپنے مرکز کے ساتھ نہ صرف وابستہ کرنا ہو گا بلکہ اپنے مرکز کے ساتھ خود کو کھرا ثابت کرنا ہو گا حکومتیں بدلنے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا الیکشن لڑنے سے حالات تبدیل نہیں ہوں گے کسی کو گولی مارنے سے یا بغاوت کرنے سے یا لڑائی کرنے سے حالات نہیں بدلیں گے کوئی بھی فساد فساد کرنے سے ختم نہیں ہوتا فساد سے فساد بڑھتا ہے ظلم سے ظلم بڑھتا ہے آگ سے آگ بھڑکتی ہے روکا نہیں جا سکتا یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے ایک طبقہ مظلوم ہو پھر دوسرا مظلوم بن جائے یہ ہو سکتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ظلم ختم ہو جائے ظلم ختم ہوتا ہے عدل کے ساتھ بد امنی امن کے ساتھ ختم ہوتی ہے بد امنی مزید بد امنی پھیلانے سے ختم نہیں ہوتی لہٰذا ہماری یہ سوچ ہماری یہ فکر کہ ہم لڑ کر کسی کو سیدھا کر دیں گے یا ہم بغاوت کر دیں گے سیدھا ہو جائے گا یہ درست نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنی وفاؤں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھرا ثابت کریں کائنات کی گتھیاں خود بخود سلجھتی چلی جائیں گی پھر اگر جنگ ہو گی تو ہماری جنگ نہیں ہو گی ان کی ہو گی پھر اگر لڑنا پڑے گا تو ان کے اشارے پہ لڑنا پڑے گا پھر ہماری نہیں ہو گی جو ان کی نافرمانی کر رہا ہے ہم اسے روکیں گے پھر اس میں ہمارا دخل نہیں ہو گا کہ ہمارے ساتھ ظلم کر رہا ہے یہ نہیں ہماری بات چھوڑو ہماری کوئی بات نہیں لیکن ہم نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی نہیں کرنے دیں گے۔ لوگ

بغاوت کہیں اللہ اسے بغاوت نہیں اللہ کریم اسے اطاعت قرار دیں گے۔ پھر کسی کے ساتھ اگر ہم کسی کی حمایت کریں گے اور اس لئے کریں گے کہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت کر رہا ہے تو یہ رشتہ ہمارا اپنے مرکز کے ساتھ ہو گا اور اگر کسی کی مخالفت کریں گے تو اس بنیاد پر کریں گے کہ یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی کر رہا ہے تو پھر اس میں ظلم کا عنصر نہیں آئے گا اور اسی کو جہاد کہتے ہیں کسی فرد کے ساتھ فرد کی دشمنی نہیں کسی بات پہ خود خفا ہو کے بھڑک اٹھنا کسی بات کو اپنے ذاتی مفاد میں استعمال کرنے کے لئے لڑائی کرنا یہ جہاد نہیں ہے جہاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات میں اپنے آپ کو فنا کر دے ارشادات نبوی میں اپنی ذات کو مٹا دے پھر جو کرے۔

دیکھیں فنا کی ایک کیفیت ہوتی ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے میدان بدر میں تھوڑی سی ریت مٹھی میں لے کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی اور پورے لشکر میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس کی آنکھوں میں ریت کے ذرے نہ پڑے ہوں قرآن حکیم میں اس ریت کا ذکر ملتا ہے لیکن دوسرے انداز میں اللہ کریم فرماتے ہیں وما رمیت اذ رمیت تو نے ریت نہیں پھینکی تھی جب تو نے ریت پھینکی تھی ومارمیت تو نے نہیں پھینکی تھی ریت اذ رمیت جب تو نے ریت پھینکی تھی عجیب بات ہے یعنی بات کا انداز ہی عجیب ہے اللہ فرماتے ہیں آپؐ نے نہیں پھینکی تھی جب آپؐ نے پھینکی تھی گویا آپؐ کا پھینکنا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کام کر رہا تھا پھینکی میں نے تھی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی ذات کے ساتھ دشمنی میں نہیں پھینکی تھی محض مسلمانوں کی فتح کے لئے نہیں پھینکی تھی محض اپنی ذات کی بڑائی کے لئے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام مرضیات باری کے لئے تھا اور اس قدر خلوص کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر ریت پھینکی تو اللہ کریم فرماتے ہیں آپؐ نے نہیں پھینکی میں نے پھینکی تقاضائے اطاعت یہ ہے کہ فعل صادر ہو بندے سے لیکن اسے قبول کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمائیں کہ یا اللہ کام تو میرا ہے اس بندے نے کیا ہے میری اطاعت کی اور اسی بات کا حساب بھی ہو گا۔ ہر نبی اپنی امت پر گواہ ہو گا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام سب پر گواہی کیا گواہی دیں گے وجئنا بک علی ھولاء شھیدا۔ کیا گواہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام دیں گے یہی گواہی دیں گے کہ اس بندے نے آپؐ کا کام کیا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنا کام نکالا تھا جو کچھ اس نے کیا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عظمت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے اس نے کیا تھا یا نام نامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال کیا اور خواہشات اپنی پوری کرتا رہا۔ آپ خود فیصلہ کر لیجئے، خود سوچ لیجئے کہ جس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکار کر دیں گے کہ یہ کام میرا نہیں تھا اس کرنے والے کے پاس اس کا کوئی جواز باقی رہ جائے گا کوئی دلیل اس کے پاس ہو گی اس نے کیوں کیا کوئی جواب وہ رب العلمین کو دے سکے گا کہ میں نے کیوں کیا یہی حساب ہو گا اس کے آگے کوئی حساب نہیں ہو گا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسی حساب کی ہمیں فکر نہیں ہے ہم جو خود سوچتے ہیں چاہتے ہیں یہ پورا ہو جائے میرے حوالے سے نہیں ہو سکتا تو

اس پر دین کا لیبل لگا دوں اس پر اسلام کا لیبل لگا دیں لیکن کام اپنی پسند کا کروں اور اس سے بڑا کوئی جرم نہیں۔ دعوئ اسلام کے ساتھ جو خطا کی جاتی ہے وہ کفر کرنے سے زیادہ مصیبت لاتی ہے جو کفر کرتا ہے وہ علی الاعلان کافر ہے اور اپنے کردار جو ہیں وہ نہ اللہ کے ذمے لگاتا ہے نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے لگاتا ہے نہ کوئی ایسی تاویل کرتا ہے اپنے کردار کا خود ذمہ دار ہے اس لئے کم از کم وہ دنیوی مصیبتوں میں کم گھرتا ہے آخرت تو اس کی ہے ہی نہیں آخرت نہ اس نے مانی نہ وہ آخرت کا طالب ہے نہ اس کا کوئی مطالبہ ہے جسے ایمان نصیب نہیں ہے دنیا کا کوئی کافر آخرت کا طلبگار ہی نہیں ہے آخرت کا تصور ہی ایمان کے ساتھ ہے ایمان نہیں ہے آخرت کا تصور ہی نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ رسوا نہیں ہوتا ہم رسوا ہوتے ہیں اس لئے کہ اس نے ایک جرم کیا اسنے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا ہی نہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا رہے تو ہم نے اللہ کو بھی مانا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانا اللہ کی کتاب کو بھی مانا اور مان کر وہ علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

زمن بر صوفی و ملّا سلامے
کہ پیغام خدا داوند مارا
ولے تاویل شاں حیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفٰی را

کہ میں احترام کرتا ہوں صوفی کا بھی ملاں کا بھی کہ وہ میرے ساتھ اللہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں اللہ کی بات مجھ تک پہنچاتے ہیں لیکن اس کو جس طرح انہوں نے تاویل میں ڈھالا ہے اور اپنا مقصد نکالنے کے لئے اسے جو نئے نئے معنی پہنائے ہیں اس سے تو اللہ بھی حیران ہے۔

اتنا گھناؤنا جرم ہے اس ملک میں عزتیں لٹتی ہیں اسلام کے نام پر ڈاکے پڑتے ہیں اسلام کے نام پر قتل و غارت گری ہوتی ہے اسلام کے نام پر سیاست کی جاتی ہے اسلام کے نام پر بد معاشی بے ایمانی بد دیانتی کی جاتی ہے اسلام کے نام پر سود کھایا جاتا ہے اسلام کے نام پر اس پر کتنی رحمتیں نازل ہوں گی حکمرانوں سے لیکر ایک عام آدمی تک اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر کوئی دین سے دھوکا کرنے میں ماہر ہے نام لینا چاہتا ہے اللہ کا بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کام نہیں کرنا چاہتا کام اپنی مرضی کا کرنا چاہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری قوم پر اللہ نے چوروں کو مسلط کر دیا کتنی عجیب بات ہے کہ اس ملک کی پولیس رات کو بھیس بدل کر ڈاکو بن جاتی ہے ہے نا عجیب بات آپ دنیا کے کسی ملک میں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اس کے پولیس والے رات کو بھیس بدل کر ڈاکو بن جائیں یہ اس ملک کی خصوصیت ہے آپ دنیا کے کسی ملک میں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ وہاں کے تگڑے لوگ غریبوں کو لوٹنے لگ جائیں دنیا میں ڈاکے پڑتے ہیں جو بھوکے ہوتے ہیں غریب ہوتے ہیں وہ پیسے والے کو لوٹتے ہیں یہاں جو ڈاکہ بھی پڑتا ہے امیر غریب کو لوٹتا ہے طاقتور کمزور کو لوٹتا ہے کروڑ پتی جو ہے وہ مفلس کو لوٹتا ہے الٹی گنگا بہتی ہے اربوں کھربوں کے جو مالک ہیں وہ غریبوں کا مال پھر لوٹ کے کھا جاتے ہیں تو یہاں یہ حال ہے کہ ایک آدمی افسر ہے اسے سرکاری گاڑی ملی ہوئی ہے اسے سرکاری بنگلہ ملا ہوا ہے اسے چالیس پچاس ہزار تنخواہ ملتی ہے وہ مالی کے پیسے کھا جاتا ہے باورچی کی تنخواہ کھا جاتا ہے دھوبی کے پیسے کاٹ کے کھا جاتا ہے یہ کیا ہو رہا ہے کیا یہ لوگ انسان نہیں ہیں یہ تو کافر بھی نہیں

کرتے یہ کردار تو کسی کافر کا بھی نہیں ہے یہ تو انسانی کردار ہی نہیں ہے کیوں ہو رہا ہے ایسا۔ یقیناً" اس لئے کہ ہم جو دعویٰ کرتے ہیں وہ نبھا نہیں رہے۔ہم کو اللہ کریم نے یہ مرکز عطا فرمایا ہم نے اس کی عظمت کو آلودہ کیا ہمارے دلوں میں وہ عظمت رسالت نہ رہی یار عجیب مسلمانی ہے کہ جو کام خود کو پسند ہو وہ ثواب سمجھ کے کر لیا جائے یہ واحد ملک ہے جس میں پڑھنے پڑھانے والے بھی سود پہ زندگی گذارتے ہیں ایک تو ہے ناہمیں مجبوراً" سودی نظام میں زندہ رہنا پڑ رہا ہے یہ تو ایک اور بات ہے لیکن دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی سے بھی سود کھانا پسند کرتے ہیں اب بھلا یہ بتایئے کہ سود کھانے والے کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ ہے۔

فاذنوابحرب من اللہ و رسولہ قرآن فرماتا ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان جنگ ہے تو جہاں مسلمانی کا یہ حال ہو کہ بندہ دن بھر وعظ کرے اور شام کو اپنا سود جمع کرتا پھر رہا ہو اس پہ کیا نتائج مرتب ہوں گے تو یہ جو ہم گالیاں دیتے ہیں امریکہ کو اور ہم جو گالیاں دیتے ہیں مغرب کو اور ہم جو ناراض ہوتے ہیں ہندوستان کے ٹیلی ویژن سے انہوں نے ہماری اولادوں کو بگاڑ دیا یہ محض ہم اپنے اوپر سے بوجھ ہٹانے کے لئے اور خود کو دھوکا دینے کے لئے کہتے ہیں ہم اپنی نسلوں کو تباہ کرنے کے ذمہ دار خود ہیں شیطان نے کسی بھی زمانے میں نیکی کا درس نہیں دیا اور نہ نیکی کی ہے اور نہ آئندہ کرے گا اسے توفیق ہی نہیں ہے اس لئے یہ کہنا کہ شیطان برائی کیوں کر رہا ہے یہ صحیح بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ اس کی شیطنت ہم پر اثر کیوں کر رہی ہے ہم کیوں شیطان بنتے جا رہے ہیں اس کی کوئی بنیادی وجہ تلاش کی جانی چاہیے اس کی اصلاح ہونی چاہیے ہمیں یہ خیال رہتا ہے کہ پورے ملک کے پوری قوم کے حالات درست ہوں گے تب میرے حالات درست ہوں گے یہ غلط ہے۔

نمرود نے جب آگ جلائی جو کچھ اس آگ میں پھینکا وہ جل رہا تھا سوکھی لکڑیاں بھی گیلی لکڑیاں بھی اگر کسی جانور کو انسان کو پھینک دیتا تو وہ بھی ساتھ جل جاتا جب ابراہیم علیہ السلام کو پھینکا گیا تو نہ صرف یہ کہ ابراہیم علیہ السلام جلے نہیں ان کے اردگرد جہاں تک ان کے وجود کی وہ خوشبو پہنچی جو لکڑیاں جل رہی تھی نہ صرف ان کی آگ بجھ گئی بلکہ وہ سبز درخت بن کر کھڑی ہو گئیں جو پہلے جل رہی تھیں چیخ رہی تھیں کٹی ہوئی لکڑیاں تھیں تو نمرود نے بھی محل پر سے دیکھا کہ آگ کے درمیان ایک سبزہ زار بن گیا ہے باغ بن گیا ہے یہ کیسی عجیب بات ہے یہ تو جل رہی تھیں کٹی ہوئی لکڑیاں تھیں گیلی تھیں یا سوکھی تھیں انہیں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ نہ صرف آگ بجھ گئی وہ تو درخت بن کر ہر ہر جھاڑی ہر پودا ہر ٹہنی جس درخت کی تھی وہ سرسبز درخت بن کر کھڑی ہو گئی۔ ہوئی کیسے وہاں کوئی قوم تو نہیں پھینکی گئی تھی ایک فرد تھا اللہ کا رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی اپنی وفاؤں کو صحیح کر لے تو زمانہ بدلے نہ بدلے اس کے لئے تبدیلی واقع ہو جائے گی اور وہ جلتی ہوئی آگ میں بھی جہاں بیٹھا ہو وہاں چمنستان بن جاتا ہے اس کے دکھ جو ہیں دور ہو جاتے ہیں اس سے پریشانیاں چھٹ سکتی ہیں پھر اس بات کا ہم انتظار کیوں کرتے ہیں کہ سب بدلیں گے تو ہم بدلیں گے ہم بدلیں گے تو سب بھی بدلیں گے ہم انتظار یہ کرتے ہیں کہ جب سب تبدیل ہوں گے سب

شان مجاہد

نکل کر، ابھر کر، جھپٹ کر، مسلماں — یہ شاہیں صفت، حامل تیغ و قرآں
بہ ننگ وطن ہے، بہ ناموس ملت — یہ مرد مجاہد، بصد شوق قرباں
حریف مقابل کے تیغ و تفنگ سے — نہ خوف و خطر ہے نہ ہوتا ہراساں
سمٹ کر، ابھر کر، جھپٹنے سے دشمن — مجاہد کے سیل رواں سے پریشاں
نہ دیتا ہے باطل سے زنہار مسلم — یہ شان مجاہد غنیم اس سے لرزاں
سراسر شجاعت، سراپا دلیری — مجسم حمیت، مشرف بہ ایماں
فتحیاب ہو کر سرخروی لوٹے — تہور دکھا کر نشاں لے کے تاباں
رہے پارہ پارہ صف خصم بزدل — بہ ضرب مجاہد، ز تیغ مسلماں
کہاں شیر بیشہ، کہاں گر بہ مسکیں — یہ جرات سراپا، وہ بزدل پریشاں
یہ شیر خدا، محو جام شہادت — بہیک ضربکاری رہے خصم نالاں
دکھاکر شجاعت نشان اپنا چھوڑا — جو باقی رہے گا ابد تک درخشاں
جھپٹ کر، پلٹ کر، پلٹ کر جھپٹ کر — یہ شان مجاہد، یہی نور ایماں
ابھی خواب غفلت سے بیدار ہو جا — دکھا اپنی جرات، بنو مرد میداں
فدائی ہے خادم سواد وطن پر — ملے گی شرافت، عاقبت بھی درخشاں
بصد ناز و حرمت خراج عقیدت — تجلی دلیراں ہو، خون شہیداں

منجانب:۔ علی سید خادم افغانی

بدلیں گے ہم بھی بدل جائیں گے اس طرح کوئی بھی نہیں بدلے گا حق یہ ہے کہ جب ہم بدلیں گے سب کو بدلنا ہو گا تو مسائل کے حقیقی حل کی طرف آیئے اللہ کا یہ بہت بڑا احسان مانیئے جسے اپنے قرآن میں خود اس نے احسان فرمایا ہے پھر اس کا کونسا احسان نہیں ہے کائنات پر بنی آدم پر کہ عدم سے وجود میں لایا اور جو کچھ کسی کے پاس ہے اس کا دیا ہوا ہے بغیر مانگے ہم تھے ہی نہیں مانگتا کون وجود ہی نہیں تھا شعور ہی نہیں تھا کچھ بھی نہیں تھا اس نے اپنی پسند سے دیا اور انسان بنا دیا اور ایمان عطا کر دیا وہ جو کہتا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔ احسان تو یہ ہے کہ میں نے تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کیا۔

تو پہلی بات یہ ہے میرے بھائی کہ اسی لمحے اپنے آپ کو اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ کھڑا کر لو طے کر لو کہ مجھے اللہ کے اسی احسان کا شکریہ ادا کرنا ہے جس نے مجھے رسولؐ عطا فرمایا اب یہ شکریہ کیسے ادا ہو صرف ایک طریقہ ہے اس کا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے شکایت نہ ہو اور مشکل کام یہی ہے باقی کام مشکل نہیں ہیں۔ احد میں مسلمانوں پر پلٹ کر حملہ ہو گیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام زخمی ہو گئے کفار نے بات پھیلا دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے صحابہ تتر بتر ہو گئے میدان میں تھوڑے تھے کفار کی فوج درمیان میں گھس گئی کئی مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اتنا گرد اٹھ رہا تھا گھوڑوں کے پاؤں سے اور لڑائی کا میدان تھا کوئی نظر نہیں آتا تھا گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو ایک صحابی نے دوسرے کو بتایا کہ وہ دیکھو کہ وہ اعلان کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس نے کہا اگر وہ صحیح کہہ رہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کے بعد ہمارا زندہ رہنے کا کوئی فائدہ کیا ہے پھر تو ہمیں مر جانا چاہیے لڑائی سے ہاتھ نہیں روکنا چاہیے بلکہ لڑتے ہوئے جان دینی چاہیے تو اس نے کہا آؤ اس طرف حملہ کرو اس نے کہا نہیں مجھے ادھر سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے زندگی کا مزا تو ہے نا اس نے کہا ادھر نہیں جاؤ اس طرف آؤ ہمارے لئے جنت ادھر ہے مجھے ادھر سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور یہ ساری حدیث کی صحیح کتابوں میں موجود ہے سیرت کی سب کتابوں میں موجود ہے یہ کیسے اسے میدان احد میں اسے جنت کی خوشبو آئی اسے پتہ چل گیا اس طرف جاؤں گا تو جنت میں پہنچ جاؤں گا یہاں جنت قریب ہے یہ جنت کا دروازہ میرے سامنے کھڑا ہے صرف اس لئے کہ اس کی ساری وفائیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں اسے فتح و شکست سے کوئی غرض نہیں فتح کس کو ہوئی شکست کس کو کہتے ہیں کون جیتا تو اس کی بات نہیں بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کرنے کی ہے اس کا مسئلہ صرف یہ تھا کہ اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کرنا تھی آگے کیا ہوا کون جیتا کون ہارا کیا ہوا اسی سے اسے غرض نہیں تھی اور انہی بے غرض انسانوں نے روئے زمین کو مسخر کر دیا اگر وہ دولت کی ہوس میں نکلتے اگر وہ فتح کے نشے میں نکلتے اگر وہ لوگوں سے حکومت چھیننے کی غرض سے نکلتے تو آسان نہیں تھا کہ مٹھی بھر صحرا نشین صحرائے عرب سے اٹھ کر قیصر و کسریٰ کو جھکا دیتے ممکن نہیں تھا وہ فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر نکلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے نکلے دنیائے کفر کو انہوں نے جھکا دیا ہم چودہ کروڑ یہاں بیٹھے ہیں اور ہم سے اپنی اصلاح اپنے ملک کی اصلاح نہیں ہوتی کیوں

نہیں ہوتی چند سو سیاست دان ہیں اس ملک کے ہم سے وہ قابو نہیں ہوتے وہی ڈاکو وہی لٹیرے ہر بار وہی حکمران بن جاتے ہیں ہر بار قرعہ فال انہی کے نام پر نکلتا ہے وہی چار پانچ سو لوگ ہیں پھر کر وہی آ جاتے ہیں کیوں اس لئے نہیں کہ وہ بہت طاقتور ہیں اس لئے کہ ہماری وفائیں اپنے مرکز سے ٹوٹ گئیں ہمارے پاس وہ طاقت نہیں ہے جو بگڑے ہوؤں کو سیدھا کر دے۔

اور یہ یاد رکھیں جب تک ہم اپنی ذات میں انقلاب پیدا نہیں کریں گے تبدیلی پیدا نہیں کریں گے کہ ہم جو کچھ ہیں یہ ضروری نہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں ہم بڑے جوان ہیں ہم بڑے دولت مند ہیں ہم جو کچھ ہیں ہم مشت غبار ہیں تو بھی ہم کسی کے نہیں ہیں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ہمیں کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے ہمیں فتح و شکست سے بھی سروکار نہیں ہے کسی کی بڑائی یا چھوٹے پن سے کسی کے مال و دولت سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ ہمیں صرف یہ غرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا نصیب ہو اور اللہ کریم ہم سے راضی رہے اور ہم اس کے دیئے ہوئے احسان کا شکر ادا کر سکیں تو سپر کائنات کی کوئی طاقت ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکتی اور اگر یہ تبدیلی ہم اپنے اندر نہ لا سکیں اور ہم اٹھ کر کھڑے ہو جائیں کہ اس پر میں غالب آ جاؤں فلاں سے میں چھین لوں فلاں کو میں زیر کر دوں شاید کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہم امریکہ کو گالیاں تو دیتے ہیں لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ امریکہ جسے چاہے پاکستان سے گرفتار کر کے لے جاتا ہے اور آپ کی حیثیت میری حیثیت یہ ہے کہ یہاں کا ایک آدمی امریکہ کی Embassy میں کسی گاڑی پہ ڈرائیور ہے کار کا ہمارے ایجنسی والوں نے صرف اس ڈرائیور کو پکڑا کہ یہ جاسوسی کرتا ہے تو امریکن کہتے ہیں تم اسے نہیں پکڑ سکتے چھوڑ دو ہمارا ملازم ہے پاکستان کا شہری ہے یہاں کا رہنے والا ہے لیکن وہ کہتے ہیں ہمارا ملازم ہے تم نہیں پکڑ سکتے اور جسے وہ پکڑنا چاہئیں وہ ڈیرہ غازی خان سے ایمل کانسی کو پکڑ کر لے گئے اب سنا ہے اسامہ بن لادن بھی ان کے حوالے کیا جانے والا ہے۔ پہلے دو چار آدمی جو یہاں سے پکڑ کر لے گئے۔ تو اس قدر کمزور آدمی جسے کافر اپنی پسند سے جو ناچ چاہیں نچوائیں کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ہم مسلمان ہیں یہ ہمیں خوش فہمی تو ہے کہ ہم نے تین دن لگائے تبلیغ میں ہمیں پانچ سو حوریں ملیں گی لیکن یہ تحقیق کر لو کہ کس خانے میں ملیں گی کہیں یہ نہ ہو کہ اس طرح کی کوئی بلا دوزخ میں بیٹھی ہو اور وہ جوتے لے کر سر پھاڑنے پہ بیٹھی وہاں مل جائے اس کردار کے لوگ جو کفر کے لئے اتنے نوالہ تر ہیں وہ کیا مسلمان ہو سکتے ہیں۔

سید احمد شہید اور رنجیت سنگھ کے درمیان جب جنگ ہو رہی تھی سرحد کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا تھا مسلمان فوج کا ایک جاسوس سکھ بن کر شاہی قرب حاصل کرتے کرتے رنجیت سنگھ کے باورچیوں تک میں شامل ہو گیا ایک نظام ہوتا ہے جنگ کا امن کا مقابلے کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے اب وہ بندہ رنجیت سنگھ کے مطبخ میں تھا اندر کی خبریں کھانے کی میز پر کھانا سرو Serve کرتے ہوئے سنیں جرنیل بیٹھے ہیں بادشاہ بیٹھا ہے بات ہو رہی ہے وہ پہنچا دیتا تھا ایک دن کہیں خود کھانا کھا کے اٹھا تو منہ سے الحمد للہ نکل گیا اس بات پہ پکڑا گیا دوسرے سکھوں نے پکڑ لیا بادشاہ تک بات پہنچی تفتیش شروع ہو گئی گورنر لاہور کا جو اس نے مقرر کیا ہوا تھا اسے تفتیش کے لئے دیا گیا اس نے اپنے ذاتی حوالات میں ڈال دیا اور سکھوں نے جو بنائے ہوتے تھے پنجرے وہ

کھلے صحن میں دھوپ پہ بٹھا کر رکھے ہوتے تھے اس میں آدمیوں کو ڈال دیتے تھے تو رمضان کا مہینہ بھی تھا تو اس شخص نے روزے رکھنے شروع کر دیئے اس نے کہا جی جب تک میں چھپا ہوا تھا تب تک تو تمہارے ساتھ تھا اب سب کو پتہ ہے مسلمان ہوں تو مجبوراً" رکھنا ہو گا تب تک تو میں قضا کر سکتا تھا سکھوں کو بڑی امیدیں تھیں کہ

اس سے بہت سے راز ملیں گے اللہ بھی ایسا کار ساز ہے کہ اس لاہور کے گورنر کی ایک نوجوان بہن تھی اسے اس شخص کی وہ ادا بہت پسند آئی کہ یہ تپتی دھوپ" میں بھی چھالے بن گئے ہیں لوہے کی سلاخوں میں اس کے بدن پر لیکن یہ پانی کا گھونٹ نہیں لے رہا۔ شام ہو گی سورج ڈوبے گا تو یہ افطار کرے گا اس کا مطلب ہے کوئی بڑا ہی عجیب تعلق ہے اس کا اللہ کے ساتھ اس بات نے اسے مسلمان کر دیا اس نے رات کو چوری سے اس کا تالا کھولا اور وہ دونوں بھاگ گئے بات میں کر رہا تھا وفاؤں کی اس اکیلے بندے کی وفائیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی تھیں سکھوں کو حسرت ہی رہی اس پر تفتیش کرنے کی اللہ نے وہیں سے انہیں ساتھی بھی دے دیا اور جب مسلمانوں سے سرحد چھینا گیا تو وہ لڑتا ہوا شہید ہوا (کئی سال پہ محیط ہے وہ قصہ) وہ خاتون بیمار تھی اس کا بھائی لڑتا ہوا اس مکان تک پہنچا جہاں اس آدمی کا گھر تھا تو اس کا خیال تھا کہ میں اپنی بہن برآمد کروں وہ مکان میں داخل ہوا تو اس کی گردن ڈھلک گئی اور اس نے دم توڑ دیا اللہ کو کافروں کا تسلط اس پہ منظور نہیں کیا ایک اکیلے بندے کی وفائیں ایک پورے نظام سلطنت کو توڑ کر نکل گئیں سوال یہ ہے کہ اپنے اندر وہ وفا بھی ہو...

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بے وفائی کرے اس سے بڑا کسی گناہ کا تصور میرے خیال میں نہیں ہے اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
اور ملت احمدؐ مرسل کو مقامی کر لو
ایک بات پہ آجاؤ ساری باتوں کا حل نکل آئے گا۔

دعائے مغفرت

عبدالغفور کوتی کی والدہ ماجدہ جو حلقہ جمعیت میں تھیں کا انتقال ہو گیا۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی علی اختر (خوشاب) کے چچا جان اور پھوپھی جان اور والد محترم فوت ہو گئے اور ملک سعید احمد (سرگودھا) اور صوبیدار امان اللہ (کوہاٹ) اور نور زماں (نوشہرہ) کے والد محترم محمد نجیب رضا (ٹوبہ) کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی سید تنویر کامل (لاہور) کے والد محترم اور لاہور ہی کے ساتھی مرزا ظہیر احمد کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے انکے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

انسان اور کائنات

(سید عزیز الرحمن)

طب و حکمت کی روشنی میں معلوم ہیں۔ کہ یہ انسانی ساخت کا حصہ ہیں۔ آئے دن کے مشاہدے میں آتے ہیں کہ جب یہ اجزاء مطلوبہ مقدار سے جسم انسانی میں کم یا زیادہ ہو جائیں تو جسم انسانی کا توازن بگڑ جاتا ہے اور انسان بیمار ہو جاتا ہے جب کسی میں میدے کی کمی آ جاتی ہے کسی میں چونے' لوہے' سونے' چاندی' نمک' جواہرات' لحمیات' حیاتین' خضرہ (Chlorophyl) اور دیگر مختلف النوع نمکیات کی کمی یا مختلف گیسوں کی کمی واقع ہو جاتی ہے تو انسان کی تنابیں کھچ یا ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ طبیعت میں فرحاتی ماند پڑ جاتی ہے۔ نڈھال اور بوجھل پن آ جاتا ہے۔ متاثر عضو اپنی استعداد و صلاحیت کھونا شروع کر جاتا ہے۔ بعض عضو مطلوبہ عنصر کے فراق میں بے چین ہو کے تڑپنا شروع کر دیتا ہے۔ عرف عام میں اسے درد و ورم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نمکیات کی سطح میں خلل آ جائے اور مقدار متعین سطح سے اوپر آ جائے تو انسان سے مائعات کا اخراج شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے زمین میں مختلف نمکیات حد سے بڑھ کر شور زدہ ہو جاتی ہے اور پانی چھوڑنا شروع کر جاتی ہے۔ تو ایسے میں اس کو وافر پانی دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ نمکیات کو مطلوبہ حد تک محلول کر کے ان کے اثرات کو اعتدال پر لایا جا سکے۔ وافر پانی پینے سے انسان اپنے نمکیات کو معتدلہ سطح پر لا کر جسم کی خشکی کو طراوت میں تبدیل کر کے کھچاؤ کو ختم کر کے خوشگواری کا سامان کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر زندگی میں نہار منہ دو تین گلاس پانی پینے کا معمول بنایا جائے تو افزون شکر کو تحلیل کر کے جسم کے لئے قابل قبول حد تک پتلا اور قابل استعمال بنایا جا سکتا ہے اور شکر کے تکثیف ہونے کے عمل کا سدباب کیا جا سکتا ہے اورذیابیطس کی موذی بیماری کا تدارک کیا جا

انسان کو کائنات صغراء کہتے ہیں اور انسان پہچانا جاتا ہے جسم سے۔ گویا کہ جسم انسانی کائنات صغراء ہے۔ یعنی کل کائنات کا نقش کوچک ہے۔ کائنات کی ہر شے اس میں ہے مگر تصغیری شکل میں۔ یہ رائے جس نے دی ہے یا یہ مشابہت جس نے کرائی کیا یہ اس کا شاعرانہ تخیل ہے یا ایک ذہنی اختراع۔ سچ یہ ہے کہ نہ یہ تخیل ہے نہ اختراع بلکہ ایک نہ جھٹلائی جا سکنے والی حقیقت ہے۔ تو پھر اس کی تطبیق کیسے کی جائے۔ جب تطبیق و مماثلت کا تعین کرنے چلیں تو کائنات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ کائنات کچھ بھی نہیں سوائے کثیف و لطیف کے مجمع کے۔ یخ و گرم و معتدل کے مظاہر کے۔ مائلگی و بے مائلگی یا کم مائلگی سے متصف ہوئے۔ غیر مرئی بڑھوتی اور انحطاط کے تسلسل عمل کے سامنے بے بس ہدف محض کے۔ بہاری اور خزانی کیفیات کے لئے سطح انعکاسی کے۔ بسط و قبض کے اثرات کو بے اختیاری سے قبول کرنے والے آلے

کے۔ گویا کہ اس کی ایک ممیز حیثیت ہے اور وہ ہے حیثیت محکومانہ۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو انسان بقیہ کائنات سے کسی طرح مختلف نہیں۔

جہاں تک کائنات اور انسان کی ساخت و بناوٹ کا تعلق ہے۔ تو نظر عمیق یہ ادراک کراتی ہے کہ کائنات میں ایسی کوئی چیز نہیں جو یا خود انسانی جسم کا حصہ نہ ہو۔ یا اس میں ایسا مادہ نہ ہو جو اس کے جوہر و اثر کو قبول نہ کرتا ہو یا خود اس پر اثرانداز نہ ہو۔ یعنی باہم دگر ایک دوسرے کو قبول نہ کرتے ہوں۔ وہ اجزاء جو مروجہ علوم سکتا ہے۔ تیزابیت بڑھ جانے سے جلن کے اثرات کو پانی یا قلوی طبع چیزوں یعنی دودھ یا چونے کے نتھرے ہوئے پانی وغیرہ کے استعمال سے معمول پر لایا جا سکتا ہے اور دودھ کائنات کے مختلف گیسوں اور حضرہ۔ میدہ' حیاتین و لحمیات کا لطیف تر شکل میں مجتمع عرق ہی تو ہے اسی طرح گھٹن' سردرد اور نیم بے ہوشی کا مداوا صاف اور کھلی فضا کے وافر آکسیجن میں ہے۔ دانت کمزور ہوں۔ ہلتے ہوں یا مسوڑے کمزور و عفونت زدہ ہوں یا پیپ آتا ہو تو زیادہ پانی اور لحمیات یا لحمیات سے متعلقہ چیزوں کے استعمال سے اس کا تدارک کیا جاتا ہے۔ جوڑوں کے درد کا مداوا جوڑوں کے کھانے میں ہے۔ یا حیاتین متفرقہ (Vitamin B complex) کے کھانے میں ہے۔ کڑوے ذائقہ والے درخت و پودے مثلاً" نیم' دریک' بکائن وغیرہ کے پتوں کا رس یا گھوٹ کر نکالا ہوا پانی موسمی بخار کے لئے اکسیر ہے کہ اس میں اس بخار کے موجب زہر کا تریاق ہے اور اس کے خلاف جسم میں مدافعت کی استعداد بڑھاتا ہے۔ جسم کے اعضائے رئیسہ کو قوت دینے کے لئے مختلف پتھروں' معدنوں اور نباتاتی عروق کا استعمال مدت مدید سے ہو رہا ہے۔ گویا کہ کسی نہ کسی شکل میں اشیائے ارضی انسانی جسم کا لازمہ ہے۔ اسی طرح فلکی اجرام کا انسانی تولیدی نظام یا ممد حیات انسانی اشیاء و حیوان کے تولیدی عمل پر اثرانداز ہونا مسلمہ ہے۔ پس جسم کا توازن عناصر کائنات کے افراط و تفریط سے عبارت ہے اور افراط و تفریط کائنات سے ہی کم و بیش کیا جا سکتا ہے تو ثابت ہوا کہ وہ عنصر جسم انسانی میں تھا تو کم یا زیادہ ہو گیا۔ فرق یہ ہے کہ جسم انسانی میں وہ عنصر نہایت شائستہ اور لطیف تر عرق یا شکل میں تھا اور بیرون کائنات میں مجسم و کثیف مرئی شکل میں تھا۔ ایسا رکھنے میں حکمت اس کی پہچان عام کرنا تھی۔

مجسم چیزوں اور مرئی عناصر کے علاوہ مخلوقات میں لطیف اور غیر مرئی مخلوقات ہیں جو اپنی صفات سے پہچانی جاتی ہیں اور ان صفات کی پہچان خود انسان ہے۔ چونکہ وہ صفات اس سے مترشح ہیں۔ اس لئے ان صفات والوں کا ادراک اس کے لئے ممکن ہے اور یہی صفات اس کے اور ان مخلوقات کے بین قدر مشترک ہے اور دونوں یک آہنگ ہیں۔

پس کلھم کائنات انسان سے اتنے قریب تر رشتے میں منسلک ہے جتنی اس کی اپنی ساخت۔ کائنات کا پورا کنبہ اس کی ذات میں مجتمع ہے۔ اس لئے کسی بھی چیز کا اگر انسان بجا مناسب اور روا استعمال کرتا ہے تو کائنات میں ہم آہنگی کو بڑھاوا دیتا ہے اور اطمینان بخش فضاء کو پیدا کرتا ہے اور اگر استعمال بے جا نامناسب اور ناروا کرتا ہے تو چونکہ وہ اس کی ذات سے ہے۔ اس کے جسم کا بادی النظر میں حصہ ہے۔ اس لئے یہ سلوک یہ اپنے آپ سے کرتا ہے اور اس کے ظلم کے اثرات اس کی ذات پر ہی مرتب ہوتے ہیں اور اپنی پیدا کردہ بے ہنگمی بین عناصر کائنات اس کی اپنی زندگی کے لئے بے اطمینانی

کا باعث بنتی ہے۔ تو دوسروں پر ظلم اپنے آپ پر ظلم کے مترادف ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ انسان کائنات کے جملہ مخلوقات کے بہترین ست و جوہر اور لطیف تر ہیئت عناصر سے مرتب ہے اور نہ صرف مرتب ہے بلکہ بین العنصری توازن کا بہترین مظہر ہے اور مظہر فی نفسہ ہی نہیں بلکہ اس کے توازن میں توازن کائنات مضمر ہے۔ اس لئے تو یہ مخدوم کائنات ہے۔ پس اشرف المخلوقات ہے۔ مخلوق ہونے کے ناطے یہ اپنی ہستی و آفرید گاری کے لئے کسی خالق و آفریدگار کا مرہون احسان ہے اور یہی احساس احسان مندی اس کو جسم و جان و قوی کے مستعاری ہونے کی یاد دلاتی ہے اور اپنے آپ کو محتاج در بارگاہ تعالیٰ پاتا ہے۔ پس جب کچھ بھی اپنا نہیں۔ سب کچھ اوھارا ہے تو بے بس ہے اور اپنے تین بن بندے کے کچھ بھی نہیں اور یہی بے بسی جو مجبوری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اس کو مقام تسلیم و رضاء پر لے جاتی ہے اور مزید انعام و اکرام سے نوازے جانے سے اپنے کو سعید گرداننا ہے۔ حتیٰ کہ نیابت کے خلعت وصول پاتا ہے اور کائنات پر تصرف کی سند حاصل کرتا ہے اور تصرف و دعیت خالق و مالک ہی ہے۔ اس لئے یہ صرف وہی کرتا ہے جو مشیت مالک اعلیٰ ہوتی ہے۔ پس اس کے اعضاء و قوی مستعار آلہ کار قدرت خالق بن جاتے ہیں اور رضائی این و آن تعالیٰ بہ یکدگر منطبق ہو جاتی ہے اور خود جو بندہ ہے دوسروں کے مسجود و مخدوم بن جاتا ہے۔ جو منصب فاخرہ اور حاصل تزکیہ ہے اور اس کی قانونی وراثت بھی۔

اس شاہکار خلائق میں بیک وقت ضروریات جسم و روح کا احساس اور نشوونما جسم و روح کی استعداد موجود ہے۔ جسمانی ضروریات کو سمجھنے اور اس کے حل طلب مسائل کے سلجھانے یا الجھانے کے لئے اس کو دماغ دیا ہے۔ جو اپنی غیر مرئی طاقت جس کو عقل کہتے ہیں۔ جس کی پرکھ ماخوذہ نتائج سے ہی کی جا سکتی ہے۔ سے حالات کے دھارے کو مثبت یا منفی نہج پر ڈالتا ہے۔ اس کے فیصلے جذبات کے مطیع ہوتے ہیں۔ دماغ کو سمجھ، پرکھ اور اخذ کے لئے کائنات ارضی کی کھلی کتاب دی گئی ہے۔ مماثلت اجسام و اشکال و واقعات و مشابہات اس کتاب میں بھری اور معلوم پڑی ہیں۔ یعنی کہ کائنات کتاب مبین ہے۔ مثلاً" اگر کوئی چاہے کہ دماغ کی کمزوری کا علاج معلوم کرے تو فطرت میں دماغ کی مشابہ چیز دیکھے جیسے اخروٹ کی گری تو وہ اس کا علاج ہے اور یا دماغ کے چھوٹے خلئے جو مشبہ خشخاش ہے تو یقیناً" خشخاش میں اس کا مداوا ہے۔ اگر گردے کی مشابہت پتے اور لوبیا سے ہے تو ان میں گردے کا علاج ہے۔ اگر جوڑوں کی مشابہت حلال جانوروں کے جوڑوں سے ہے تو جوڑوں کو غذا میں بکثرت استعمال کرنے سے جوڑوں کی بیماری رفع ہو سکتی ہے۔ اگر معدے، زخرے کی شکل گیا کدو سے ملتی ہے تو یقیناً" اس میں اس کا علاج ہے۔ اگر بادام آلوچہ، خوبانی دل کے ہم شکل ہیں تو ان میں دل کو تقویت دینے کی صلاحیت ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ اس کتاب مبین کو کھلی آنکھ سے دیکھنے کے بعد کسی اور کتاب کے دیکھنے کی کم ہی ضرورت پڑتی ہے۔ ہاں اگر آنکھ کھلی نہیں تو جس نے کھلی آنکھ سے دیکھی پھر اس کی کتاب پڑھی جائے۔ جاتے جاتے کہتے چلیں کہ پانی کا اہم وصف طہورا یعنی پاک و صاف کرنے کا ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ پانی پینے سے فشار خون صاف ہوتا ہے اور جسم پر پھوڑا پھنسی نہیں نکلتی۔ ایک خاص وضع کو دیکھ کر دماغ اس کے خوبصورت،

بدصورت، ہیبت ناک، حلیم، خوش و مغموم، مطمئن و غیر مطمئن، دوست و دشمن وغیرہ وغیرہ کا فیصلہ دیتا ہے۔ کہ یہ کتاب مبین بتاتی ہے اور دماغ جسم کو اس کے موافقت کے جذبے کے تحت اکساتا ہے۔ دماغی عقل صرف مرئی کیفیات کے ادراک پر قادر ہے۔ جیسے دماغ کی عقل کو دوام نہیں اس طرح تمام اعضاء جسمانی کی نسبت دماغ سب سے پہلے موت کی بھینٹ چڑھتا ہے۔

جسم کے بعد انسان کا اہم ترین عنصر روح ہے۔ یہ روح ہی ہے جس نے انسانی جسد کو جسم یعنی حامل زیست بنایا اور روح اگرچہ جسم کے ہم شکل انسان میں جاگزین ہے۔ لیکن جسم کی حیات چونکہ دل سے عبارت ہے۔ لہذا روح کو اگر مکین دل کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ روح غیر مرئی جسے پر اپنے ہونے کا ثبوت جنب و جوارح سے دیتا ہے۔ اس کا ذاتی حدود اربعہ متعین نہیں کیا جا سکتا البتہ کسی بھی حدود اربعہ میں ڈھل جاتا ہے۔ علم و دانش حق سبحانہ کا حامل ہوتا ہے۔ جیسے بدیع کریم کے لئے زمان و مکان کی قید نہیں۔ اس طرح روح کے لئے بھی زمان و مکان کی قید نہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ از خود ہے اور یہ ازاوست۔ جسم کی خوراک رب جلیل کے وسائل سے ہے اور روح کی خوراک رب کی ذات اور رب کی رضی سے ہے۔ روح پرکھ کرتا ہے تو دل آلۂ کار بنتا ہے۔ اس کی پرکھ جذبات سے مرعوب ہو کے نہیں بلکہ تسلیم کی قربانی سے کرتا ہے۔ دماغ کے لئے غیر مشہود اس کے لئے شہود ہوتا ہے۔ اس کی طاقت پرکھ کو بھی عقل کہتے ہیں فرق یہ ہے کہ دماغی عقل ماحول سے ماخوذ اور تجربات سے معمور تھا اور اس کی عقل زمان و مکان کو اپنی لپیٹ میں لئے حل طلب مسئلے کو من حیث الکل دیکھنے کا مجاز ہے اور ہمہ جہتی فیصلے کی استعداد رکھتا ہے جو

دنیوی اور ماورائی مصلحتوں کو ملحوظ رکھے۔ یہ لحاظ اس کے تسلیم کا ثبوت ہے۔ لہذا قلب میں روح کی توسط سے جو عقل ہوتی ہے وہ عقل سلیم کہلاتی ہے اور چونکہ عقل سلیم کا منبع اور روح کا مسکن قلب ہوتا ہے اس لئے تجلیات الٰہی کا مرجع دل ہوتا ہے نہ کہ دماغ۔ اس لئے دل کا از بس نگاہ داشت ناگزیر ہے اور اس کی نگہداشت اس کو عقل سلیم عطاء کرنے والے معطی سبحانہ کا ذکر فی النفس و فی العمل و فی النظر ہے۔ جس سے اس کو جلا و اطمینان ہے۔ یوں یہ جسمانی اور حقیقی زندگی کا آخری قلعہ ہے اور بقیہ اعضاء جسمانی کے بہ نسبت سب سے آخر میں موت کے سامنے طبعی زندگی سے دست کش ہوتا ہے اور اپنی وفا شعاری میں کائنات سے رخصت ہوتے ہوتے اس پر اپنا لازوال نقش چھوڑتا ہے جو قابل تقلید خاص و عوام ہوتا ہے۔ الھم نور قلوبنا بذکرک یا مقلب القلوب

"جب اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کے سپرد ساری دنیا کی موت کا معاملہ کیا تو انہوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! آپ نے مجھے ایسی خدمت سپرد کی کہ ساری دنیا اور سب بنی آدم مجھے بُرا کہیں گے اور جب میرا ذکر آئے گا برائی سے کریں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تدارک اس طرح کر دیا ہے کہ دنیا میں موت کے کچھ ظاہری اسباب اور امراض رکھ دیے ہیں جن کے سبب لوگ موت کو ان اسباب و امراض کی طرف منسوب کریں گے، آپ ان کی بدگوئی سے محفوظ رہیں گے۔"

(قرطبی فی التفسیر والتذکرہ)

ایمان کی کیفیت

ایمان ایک فعل ہے دل کا ایک عمل ہے انسان کے دل کا ایمان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے اللہ کو ایسا مانا جائے جیسا وہ ہے جہاں تک اللہ کریم کو ماننے کا تعلق ہے تو دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جو اسے نہ مانتا ہو جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اسے مانتے ہیں اس نام سے نہیں مانتے نیچر کے نام سے مان لیتے ہیں کہ جی کوئی خدا نہیں ہے کوئی اللہ نہیں ہے یہ جو کچھ ہے نیچر کرتی ہے جی کرنے والے کو تو تم نے مان لیا کوئی تو کرنے والا ہے تم نے اس کا نام اللہ نہیں رکھا تم نے اس کا نام نیچر رکھ لیا فطرت رکھ لیا کسی نے کہا زمانہ کرتا ہے تو تم نے اسی کا نام زمانہ رکھ لیا کرنے والے کا نام تم نے اللہ نہیں رکھا زمانہ رکھ لیا لیکن انسانی مجبوری ہے کہ کسی ایسی طاقت کو مانے جو سب سے اوپر ہے اور اس سے اوپر کوئی نہیں جو سب کو کام پہ لگاتا ہے جو سب سے کام لیتا ہے لیکن کوئی اس کے اوپر نہیں جو اس سے کام لے سکے ایک ایسی طاقت ماننا پڑتی ہے جو بااختیار ہے اور باقی سب اس کے سامنے بے اختیار ہیں یہ ہندو بے شمار دیوی دیوتاؤں کو مانتا ہے لیکن اسے آخر میں ایک مہادیو بہت بڑا دیوتا ماننا پڑتا ہے جو سب سے بڑا ہے سب پر اسی کا حکم چلتا ہے تو جہاں تک اللہ کریم کو ماننے کا تعلق ہے انسانی عقل عاجز آجاتی ہے تو اسے کوئی ایک ہستی ماننی پڑ جاتی ہے جو سب سے اعلیٰ ارفع سب پر حاکم ہے لیکن وہ ماننا تو کوئی ماننا نہ ہوا ماننا تو ،، مقصود ہے کہ وہ جیسا ہے ویسا مانا جائے اگر انسان کہے جی یہ کھیتی کیوں اُگتی ہے بارش برستی ہے بارش کیوں برستی ہے سورج کی گرمی سے بھاپ بنتی ہے اوپر جاکر سورج کو گرمی کون دیتا ہے وہ جی گردش میں اتنا تیز ہے کہ اس سے گرمی نکلتی ہے گردش میں اسے کون رکھتا ہے تو ایک سوال مسلسل چلا جائے گا جہاں تک جائیں یہاں تک کہ آخر ایک ایسی ہستی ماننا پڑیگی جو خود سب کچھ ہے اور جسے کسی سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں وہ سب کچھ کرتا ہے یہ مجبوری ہے عقل انسانی کی ورنہ تو تسلسل لازم آئے گا ایک کو دوسرا دوسرے کو اگلا اگلے کو اگلا کہیں تو جاکر بات رکے گی جہاں رکے گی وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا لیکن یہ ماننا مقصود نہیں ہے ماننا مقصود وہ ہے جیسا وہ واقعی ہے ویسا مانا جائے اب وہ جیسا ہے کیسے مانا جائے کون بتائے وہ کیسا ہے اس کی ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہیں یہ جاننے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پہ جانا پڑے گا یہ مجبوری ہے انسان کی کوئی احسان نہیں کرتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ بنی آدم کی یہ مجبوری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پہ جائے اب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پہ پہنچا اگر اسے اللہ کا پوچھنا ہے تو اسے محمد رسول اللہ ماننا پڑے گا یہ فرق ہے ماننے میں ماننے ابوجہل بھی تھے مشرکین مکہ بھی تھے لیکن وہ محمد بن عبداللہ مانتے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اپنے قبیلے کا

مولانا محمد اکرم اعوان

برکت کو پانے کے لئے ایمان شرط ہے اور ایمان نام ہے ایمان کی بنیاد کہ پہلے تلاش کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچانے آپ کی برکت کو پہچانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیلہ کو پہچانے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معرفت باری حاصل کرے پھر یہ معرفت باری کا کام ہے اسے سمجھ آئے کہ اللہ کیسا ہے فرمایا انہیں بتایئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک فرد مانتے تھے اپنے ایک بھائی کا چچا زاد کا بیٹا مانتے تھے ایک شریف انسان مانتے تھے صادق مانتے تھے امین مانتے تھے ذہین اور دانا اور عقل مند مانتے تھے بہت سے جو بھی کمالات انسانی ان کے ذہن میں تھے وہ مانتے تھے آپ نے اس سارے اقرار کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ اللہ کریم نے فرمایا۔

ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔

ایک ولی اللہ نے یہ فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا وہ جنتی ہے تو یہ بات رفتہ رفتہ حاکم وقت تک پہنچی سلطان تک پہنچی کہ جناب فلاں جو بزرگ ہے اس کے بے شمار مرید ہیں۔ بڑا بزرگ ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا وہ جنتی ہے یہ بڑی عجیب بات تھی بادشاہ نے ان سے پرسش کی کہ بھئی دیکھو نبی علیہ السلام عرب میں تھے مکہ مکرمہ میں تھے اور بے شمار مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور وہ مشرک اور کافر کفر پر مرگئے اور اللہ نے فرمایا کافر پر جنت حرام ہے تو انہیں تو جنت نہ ملی اور آپ کو جو بھی دیکھے گا جنت میں جائے گا یہ کیسی بات آپ نے کہی انہوں نے کہا بادشاہ سلامت اللہ کریم فرماتا ہے ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر تو گھماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں پاتے انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا انہوں نے محمد بن عبداللہ کی حیثیت کو دیکھا اور اس دیکھنے کو اللہ کریم فرماتا ہے انہوں نے دیکھا ہی نہیں کیونکہ دیکھنا تو تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جنہوں نے دیکھا ان کے لئے اللہ نے اعلان فرما دیا۔

رضی اللہ عنھم و رضواعنہ۔ ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے باقی میرا آپ کا قیامت کو اعلان ہو گا ان کا اللہ نے قرآن میں اعلان فرما دیا اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی بات ختم ہو گئی۔ تو جو میں نے کہا ہے جس نے مجھے دیکھا میرا مقصد بھی یہی ہے کہ مجھے کیا کسی نے دیکھنا ہے جو احوال اللہ نے مجھے عطا کئے ہیں جو نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کریم نے مجھے دی ہے جو برکات نبویؐ میرے پاس ہیں جس نے وہ پالیں یقیناً جنتی ہے اور جس نے مجھے بھی میری ذاتی حیثیت سے دیکھا فلاں ہے فلاں گاؤں کا رہنے والا ہے فلاں شہر کا رہنے والا ہے فلاں قبیلے کا فلاں کا بیٹا ہے اس نے کچھ نہیں دیکھا اس نے دیکھا ہی نہیں تو اللہ کو ماننے کے لئے اللہ کو جاننا ضروری ہے اور اللہ کو جاننے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پہ جانا پڑے گا یہ پوچھنے کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے ہمارا رب کیسا ہے اس کی ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہیں وہ کس بات پہ راضی ہے کس بات پہ خفا ہے اب یہ پوچھنے کے لئے ماننا پڑے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اللہ کا نبی اور رسول۔

حضور علیہ الصلوۃ و السلام جب طائف میں تشریف لے گئے طائف کے سرداروں کو اسلام پیش فرمایا تو انہوں نے گاؤں کے لڑکے اکٹھے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے انہوں نے سنگ باری کی پتھر برسائے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پتھروں سے اتنی چوٹیں آئیں کہ خون مبارک جسم سے جاری ہو گیا جوتوں میں داخل ہو ہو کر اور ایک باغ میں پہنچے وہاں ستائے تو فوراً وہ فرشتہ جو اللہ کی طرف سے پہاڑوں پہ مقرر ہے اسے "ملک الجبال" کہتے ہیں پہاڑوں کا فرشتہ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے حبیب اللہ کو بڑی غیرت آئی ہے ان کے پتھر مارنے پر اور اس نے فرمایا ہے کہ انہوں نے پتھر برسائے ہیں انہیں میری غیرت کا تماشہ بھی دکھا اور یہ طائف کے بڑے بڑے پہاڑ اٹھا کر اس آبادی پر پھینک دے بدلہ ہو جائے انہیں پتہ چلے پتھر کیسے پھینکے جاتے ہیں لیکن اس کی اجازت میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ان پر یہ پہاڑ اٹھا کر پھینک دے میں اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دینے کی بجائے اللہ کریم کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی بارالہا ان سے درگزر فرما اس لئے کہ فانهم لا يعلمون۔ یہ مجھے نہیں جانتے انہوں نے اپنے ایک پڑوسی کو پتھر مارے ہیں اپنے ایک پڑوسی رشتہ دار کو پتھر مارے ہیں مکے کے ایک شہری کو مارے ہیں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے نہیں مارے اگر جانتے تو میرے قدموں پہ جان لٹاتے پتھر کیوں مارتے یہ مجھے جانتے نہیں فانهم لا يعلمون یہ مجھے نہیں جانتے اب جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت اس شان اس مرتبے کو نہ جانا جو بحیثیت محمد رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہے جو شرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہے جو شرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب قرآن ہونے کے ناطے نصیب ہے اگر اسکو نہ جانا کسی نے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانا آپ کو اللہ سب کو نصیب کرے۔

لیکن اکثر لوگ ایسے ہیں جو حج پر یا عمرے پر تشریف لے جاتے ہیں اب جس نے حضور علیہ الصلوۃ و السلام کو پہچانا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شان مبارک یہ ہے کہ روضہ اطہر پہ حاضری ویسے ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو آپؐ کی بارگاہ میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کوئی حاضر ہوتا تھا اور اس پر امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ روضہ اطہر پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں اور روضہ اطہر کا وہی ادب و احترام شرعاً لازم ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دار دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری پر جو ادب جو احترام لازم تھا وہی روضہ اطہر کا لازم ہے جو لوگ وہاں جاتے ہیں ذرا دیکھ کر بتائیں آپ نے کتنے لوگوں میں یہ کیفیت دیکھی ہے کہ روضہ اطہر پر یا روضہ اطہر کے پاس یا مسجد نبوی میں کتنے لوگوں پہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تشریف فرما ہیں اور کتنے لوگ احترام کرتے ہیں میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ جو سلام کرنے کے لئے گزرتے ہیں

وہ بھی بھیڑ بکریوں کی طرح گزر رہے ہوتے ہیں انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا میں نے بڑی دیر کھڑا ہو کر اندازہ کیا کہ ہر بندے کو یہ فکر ہوتی ہے کہ سوراخ سے دیکھیں تو سہی کہ اندر ہے کیا یعنی اگر ممکن ہو تو کہیں جالی کے قریب لگ کر یہ جو سوراخ بنے ہوئے ہیں ان کے قریب دیکھیں تو سہی اندر کیا ہے اندر کوئی قبریں کس طرح کی بنی ہوئی ہیں اندر کیا ہے کیا نہیں ہے ایک دوسرے کو دھکا لگ رہا ہے اور بدتمیزی ہو رہی ہے حتی کہ سپاہی مارمار کر ہٹاتے ہیں ریاض الجنتہ میں آپ بیٹھ کر دیکھیں کوئی دوسرے کو بیٹھنے نہیں دیتا کوئی کسی کو جگہ نہیں دیتا وہ تو سعودی سپاہیوں کا ڈر ہوتا ہے کہ جھگڑا نہیں کرتے ورنہ جہاں ایک بیٹھ جائے وہ دوسرے کو وہاں پاؤں نہیں رکھنے دیتا سارا سارا دن بن کھائے پیئے بیٹھے رہتے ہیں اسے قابو کر کے اگر یہ ایک احساس ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے دیکھ رہے ہیں تو کوئی ایسا کرے۔

ایک اعرابی باہر سے آیا اس وقت مسجد نبوی میں فرش نہیں تھا کنکریاں تھیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کنکریاں بچھائی تھیں تو وہ ایک بدوی تھا دوسرے سے بات کر رہا تھا اور ذرا بلند آواز میں بات کر رہا تھا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹی سی کنکری اٹھا کر اس کو ماری آواز دے کر نہیں بلایا اس نے مڑ کے دیکھا تو اشارے سے بلایا آہستہ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا باہر سے آیا ہوں بدوی ہوں فرمایا اگر تو دیہاتی نہ ہوتا تو میں تجھے درے مارتا لیکن تجھے یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ یہاں وہی احترام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی میں تھا تم سمجھ رہے ہو کہ میں کسی مقبرے کے پاس کھڑا ہوں اور اونچی باتیں کر رہے ہو یہاں آواز اونچا کرنا حرام ہے۔

گلی کے اس پار مکان میں کسی نے کیل ٹھونکی دیوار میں کوئی چیز لٹکانے کے لئے ٹھک ٹھک کی حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فوراً" آدمی دوڑایا اور فرمایا اس سے کہو لا تو ذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈسٹرب نہیں کرو بے آرام نہیں کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دو تمہاری ٹھک ٹھک سے روضہ اطہر میں آواز آرہی ہے جو خلاف ادب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر رہے ہیں اس طرح کیل نہ ٹھونکو۔

میں نہیں سمجھتا بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ تھا ہمارا پروگرام دو دن بعد تین دن بعد شاید دو دن ٹھہر کر مدینہ المنورہ سے رخصت ہونے کا تھا شام کو سلام کے لئے حاضر ہوئے تھے ارشاد ہوا تم صبح جا رہے ہو اس کے مطابق رات ہمیں اطلاع آگئی کہ تمہاری سیٹیں صبح کے جہاز میں بک ہیں تمہیں صبح جانا ہے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سلام کے لئے حاضر ہوئے ساتھی سلام پڑھ کے نکل گئے حضرت رحمتہ اللہ علیہ تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا صحن کی طرف آکر سارے ریاض الجنتہ کے برآمدوں سے باہر نکل کر صحن میں پہنچ کر حضرت واپس روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو گئے سر جھکا کر میں بھی ساتھ تھا کیا عرض کیا حضرت نے یا کیا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ مجھے خبر ہے جو حال میں نے دیکھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ رخصتی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آخری رخصتی ہے شاید حضرت رحمتہ اللہ علیہ پھر نہیں آئیں گے اور یہ غالباً" ۷۴ء کی بات تھی اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا وصال

۸۴ء میں ہوا تو پچھلے آٹھ دس سال ہر سال پروگرام بنتا رہا میں دیکھتا رہا کرنل صاحب پروگرام بناتے رہے ساتھی بناتے رہے ٹکٹیں خریدتے رہے تیاریاں ہوتی رہیں لیکن حضرت تشریف نہیں لے گئے بات وہی سچ تھی جو وہاں میں نے سنی یعنی کسی کو کسی سے رخصت ہوتے ہوئے یا کسی کو رخصت کرتے ہوئے یہ پتہ چلتا تھا کہ واقعی یہ رخصتی ہو رہی ہے میں نے اس کے علاوہ ستر سے ستانوے تک ان ستائیس سالوں میں اور کوئی کسی کو میں نے نہیں دیکھا شاید بے شمار لوگ ہوں گے شاید آپ نے دیکھے ہوں میں نے تو جس کو دیکھا پکنک مناتے ہوئے دیکھا ایک رسم نبھاتے ہوئے دیکھا میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی کو واقعی یہ شعور ہو۔ ہوں گے اللہ کے بندے بے شمار ہوں گے میری کوتاہ نظری میری کم فہمی ہو گی کہ میں نے دیکھا ہی نہیں یا جو حال ہم نے دیکھا تھا وہ حال کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

اب آپ یہ فرمایئے کہ نبی علیہ السلام سے تعلق کی وہ کیفیت نہ ہو تو وہ علوم کیسے دل میں آئیں کہ اللہ کیسا ہے یہ ممکن نہیں اور وہ کیفیت دل میں نہ آئے کہ اللہ کیسا ہے تو بھلا اس کو سجدہ کون کرے کیسے جی چاہے کہ سجدہ کروں اس لئے جو لوگ سجدہ کرتے بھی ہیں وہ ایک رسم نبھاتے ہیں ایک مصیبت پڑی ہوتی ہے بھاگو۔ جاگو اور نماز کا وقت ہو گیا ہے وضو کرو جلدی کرو کچھ آدھا ہاتھ گیلا آدھا خشک پاؤں گیلا سر خشک کچھ کیا کچھ نہیں کیا چھینٹیں اڑا دی کچھ کپڑوں پر کچھ بدن پر اور ایسے سجدے دے رہے ہیں جیسے پیچھے کوئی پولیس لگی ہوئی ہے بھاگو دوڑو اٹھو، بیٹھو ٹوٹل پورا کرو یہ چند لمحے جو اٹھک بیٹھک میں لگتے ہیں اس میں بھی حضوری نصیب نہیں ہوتی دل ساتھ نہیں دیتا۔ دماغ ساتھ نہیں دیتا۔ کوئی رسم ہے جو ہم نبھائے جا رہے ہیں یہ بات اس سے چلی تھی کہ کل بھی مجھ سے کسی نے پوچھا آج بھی ایک خط تھا اور یہ جو قربانی ہم کرتے ہیں اور اتنے جانور ذبح ہو جاتے ہیں اور اتنے ضائع ہوتے ہیں اور اتنے پیسے اس پہ جاتے ہیں تو خواہ مخواہ کی بات ہے تو حج پر جاتے ہیں حاجیوں پر تو فرض ہے حاجیوں نے تو قربانی کر لی اب جو حج پر نہیں جو یہاں بیٹھے ہوئے کوئی گائے ذبح کر رہا ہے کوئی بکرا ذبح کر رہا ہے تو کیا فائدہ یہی پیسے جمع نہ کر لئے جائیں تو کسی کام پر لگ سکتے ہیں کروڑوں روپے ہوتے ہیں کسی کام پہ لگ سکتے ہیں تو اس سے بے شمار غریب بے نوا ہیں ان کی تعلیم کا ہو سکتا ہے علاج معالجے کا ہو سکتا ہے اور بے شمار رفاہی کام ہو سکتے ہیں کروڑوں روپے جو ہیں ایک دن کروڑوں روپے کے جانور ذبح ہو جاتے ہیں یہ سوال حساب کا نہیں ہے اس میں الجبرے کو دخل نہیں ہے یہ جمع تفریق کا سوال نہیں ہے کہ اس میں کتنے پیسے خرچ ہوئے اور وہ کہاں آئے کسی جگہ خرچ ہوئے اور کیا ہوتا ہے اس کا تعلق ایمان سے ہے پہلے وہ نوعیت سمجھیں اس کے بعد حساب کریں اس کا بدل کوئی اور ملتا ہے تو وہ کریں جو بہتر بدل ہے وہ کر لیا جائے۔

تو فلاسفی اس کی یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبیوں میں سے اپنے ایک نبی کو اپنا دوست کہا یوں تو سارے نبی اسی کے محبوب ہیں اس کے حبیب ہیں وہ ان کا حبیب ہے لیکن بھائیوں میں بھی ہوتا ہے دنیا کے انسانوں میں بھی ہوتا ہے سارے بھائی بھائی ہوتے ہیں لیکن کوئی کسی ایک دو میں ایک خاص رشتہ ہی ہوتا ہے باپ اور بیٹے میں ہوتا ہے سارے بیٹے اولاد ہوتے ہیں لیکن کسی ایک کے ساتھ دوستی بھی ہو جاتی ہے رشتہ داروں میں بھی ہوتا ہے اور اس طرح اللہ اور اللہ کی

مخلوق میں بھی ہوا اللہ اور اللہ کے پیاروں میں بھی ہوا سارے نبی اللہ کے ارفع اور اعلیٰ ہیں لیکن اگر اس نے لاکھوں نبی بھیجے یا لاکھ سے زیادہ کم و بیش نبی بھیج دیئے تو ان میں کسی ایک کو اپنا خلیل کہا اب وہ دوستی جو تھی وہ ان کے لئے وجہ امتحان بن گئی ہم تو بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں نا کسی کو ولی اللہ ولایت سے مراد بھی دوستی ہے لیکن اللہ کی دوستی میں عجیب بات ہے جب ہم بندے سے دوستی کرتے ہیں تو بندہ ہماری ظاہر داری پہ یا ہماری باتوں پہ یقین رکھتا ہے کہ یہ مجھے دوست سمجھتا ہے شاید اندر سے ہم اس سے زیادہ کسی دوسرے کو عزیز سمجھتے ہیں اللہ اندر کی باتیں جانتا ہے تو اس نے ساری زندگی ان کی ہر محبت کی قربانی مانگی بھئی میرے ساتھ دوستی ہے تمہاری جو محبت ہو میرے دروازے پہ قربان کرتے چلے جاؤ اور وہ کرتے چلے گئے۔

اذ ابتلیٰ ربہ۔ اللہ نے انہیں جب بھی آزمایا۔ بکلمات فاتمهن انہوں نے وہ آزمائش پوری کی والدین کو چھوڑا بادشاہ سے ٹکر لی ملک کو چھوڑا ہجرتیں کیں دوسرے سلاطین سے ٹکر آئی سفر میں رہے

حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا لکل شی صقالتہ و صقالتہ القلوب ذکر اللہ ہر شے کی پالش ہوتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے

مسافرت میں رہے غربت میں رہے غریبی میں رہے بے اولاد رہے پھر آخری عمر اولاد ہوئی تو فرمایا انہیں وہاں صحرا میں چھوڑ آؤ وہاں چھوڑ دیا بے آب و گیا جگہ پر پھر جب وہ بچہ چلنے کے قابل ہوا فرمایا اسے میری راہ میں ذبح کر دو آسان کام نہیں تھا یہ اللہ کی دوستی تھی جس پر وہ اسے قربان کر سکتے تھے ورنہ اسماعیل علیہ السلام جیسا بیٹا جس کی پیشانی سورج سے زیادہ منور اور روشن ہو تو انہوں نے اسے بھی ذبح کر دیا اب یہ رب کی مرضی انہوں نے تو گلا اسماعیل علیہ السلام کا کاٹا چھری چلا دی خون بہا گلا کٹ گیا تڑپا ٹھنڈا ہو گیا تب انہوں نے آنکھ کھولی ان کو اس وقت تک یقین تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کا گلا کٹا اسمٰعیل علیہ اسلام تڑپا اسماعیل علیہ اسلام ٹھنڈا ہو گیا آنکھ کھولی تو دیکھا دنبہ کٹا پڑا ہے تو اس پر حیران ہو گئے کہ یا اللہ پھر اس کا مطلب ہے میری قربانی اکارت گئی فرمایا نہیں قد صدقت الریاء تو نے بات سچ کر دکھائی اب یہ میری اپنی حکمت ہے کہ میں نے اسماعیل علیہ السلام کو بچا کر جنت سے اس کی خاطر دنبہ بھیج کر کٹوا دیا تو نے اسماعیل علیہ اسلام ہی کاٹا تیرا میں نے مان لیا اب یہ جو کیفیت تھی قرب الٰہی کی اور یہ جو تعلق تھا دوستی کی انتہا کا اس پر جو رحمتیں نازل ہوئیں جو کیفیات متوجہ ہوئیں اسماعیل علیہ السلام پر اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام اور اپنے نبی علیہ السلام کی امت پر یہ احسان فرمایا کہ اگر اس دن تم بھی میری راہ میں کوئی جانور ذبح کرو تو میں تمہیں وہی کیفیات وہی درد اور وہی برکات عطا کروں گا جو میں نے اسماعیل علیہ السلام پر اتاری تھیں جو ابراہیم علیہ السلام پر اتاری تھیں۔ یعنی یہ جمع تفریق کا سوال نہیں ہے یہ سوال ایمان کا ہے کہ اللہ سے ایمان ہو کیسے ہو نبی علیہ السلام پر یقین ہے جب یہ حاصل ہو تو پھر دل کرتا ہے کہ اللہ کا قرب نصیب ہو اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوں مجھ پر بھی وہ کیفیات آئیں جو اللہ کے بندوں پہ آتی ہیں تو بڑی امتیں گزریں پہلے لیکن اس نے اس امت کو یہ آسانی دی کہ تم جہاں ہو حج پر تو قربانی خیر فرض ہو گئی لیکن جہاں ہو وہاں جب یہ دن آئے یہ گھڑی آئے تو میری راہ میں میری رضا کے لئے کوئی جانور ذبح کر دو تو میں تم پر وہ انعام وہ کیفیت اور وہ رحمت متوجہ کروں گا جو میں نے ابراہیم علیہ السلام پر

متوجہ کیں۔

اب میں نے کہا اس کا متبادل اگر آپ پیسے جمع کر کے کہیں خرچ کر کے رحمت خرید سکتے ہیں تو خرید و کہیں چندہ کر کے کسی ہسپتال پہ لگا کے اگر وہ رحمت متوجہ ہوتی ہے تو لے لے بھائی لیکن یہ یاد رکھو کہ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے ایک عید پر سو اونٹ اپنی طرف سے قربان فرمائے یہ اس لذت کی بات ہے جنہیں وہ لذت نصیب ہوتی ہے بات اس لذت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام پر کبھی فراخی دنیوی اعتبار سے نہیں آئی اور کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایک دن ایسا نہیں گذرا کہ دونوں وقت کا کھانا نصیب ہوا کوئی ایک دن پورے تریسٹھ برس کی حیات طیبہ میں ایک دن ایسا نہیں ہے جس میں دونوں وقت کا کھانا گھر پہ موجود ہو اگر صبح کا کھا لیا تو شام دودھ پر گذارا شام کا مل گیا تو صبح کا نہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے میں کوئی ایسا آدمی ہو جس کے پاس ایک دن کا دو وقت کا کھانا ہو ایسا کوئی نہیں ملتا اس کے باوجود حضور علیہ السلام الصلوۃ و السلام نے اپنی طرف سے سو اونٹ قربان کئے کیا ضرورت تھی سو اونٹوں کا گوشت ضائع کیا گیا سو اونٹوں کی قیمت ایثار کر دیتے کسی غریب کو دے دیتے صدقہ دے دیتے لیکن وہ لذت جو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے وہ تب تک مترشح ہوتی رہی قلب اطہر پر جب تک سو اونٹ ذبح ہوتے رہے تریسٹھ اونٹ خود دست مبارک سے نحر فرمائے اور باقی اونٹوں کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ میری طرف سے تم کر دو اس کا مطلب ہے میں نے کہا میں تو یہ سمجھتا ہوں ہم جو ایک بکرا ذبح کر کے ایک دنبہ دے کر یا ایک جانور میں بیل گائے میں حصہ لے کر قربانی کرتے ہیں یہ قربانی کی رسم ہے اس کا مفہوم نہیں ہے ہم ٹوٹل پورا کرتے ہیں جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں تا ٹوٹل پورا کرنے کے لئے جس طرح اور عبادتیں اسی طرح قربانی کے لئے بھی ہم خانہ پری کرتے ہیں۔ بندے گھر کے دس ہیں قربانی ایک ہو گی بھائی کسی ایک کی ہو گی دس کی تو نہیں ہو گی قربانی ایک کی ہو گی حق تو یہ ہے کہ ایک کی طرف سے دس دس جائیں بجائے اس کے دس کی طرف سے ایک ہے لیکن تب جائیں جب دل میں وہ لذت بھی آئے اور وہ کیفیات بھی آئیں وہ برکات بھی آئیں کوئی ایک چھینٹا ہی سہی لیکن دوستی کی اس پھوار کا نصیب ہو جو انہیں ان کو نصیب ہوئی تھیں پھر تو بندہ کٹتا [illegible] جائے گا جہاں تک دامن اس کا ساتھ دے جہاں تک اس کی استطاعت اس کا ساتھ دے جہاں تک اس کی جیب اس کا ساتھ دے جہاں تک اس کے حالات اس کو اجازت دیں شاید وہ دس بیس پچاس سو قربانیاں کر گزرے کوئی ایک چھینٹا تو اس کے دل پر آئے اس لذت کا جو اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو نصیب ہوئی تھی۔

کیونکہ بات اسی طرف چلی گئی تا تو اس لذت کو پانے کے لئے اس کیفیت کو پانے کے لئے یا ان برکات کو پانے کے لئے ایمان شرط ہے اور ایمان نام ہے ایمان کی بنیاد کہ پہلے تلاش کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچانے آپ کی برکات کو پہچانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیلہ کو پہچانے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معرفت باری حاصل کرے پھر یہ معرفت باری کا کام ہے اسے سمجھ آئے کہ اللہ کیسا ہے فرمایا انہیں بتایئے میرے حبیب صلی

اللہ علیہ وسلم۔

قل الحمد للہ انہیں بتا دیجئے کہ اگر قابل تعریف کوئی ہستی ہے تو وہ صرف اللہ ہے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں سارے کمال اس کے ہیں روشنی سورج سے آتی ہے تو عطا کرنے والا وہ ہے عالم علم کے موتی لٹا رہا ہے تو اس کے اپنے نہیں دینے والا وہ ہے کیفیات ملتی ہیں تو عطا کرنے والا وہ ہے کہیں جو کمال ہے وہ اس کا ہے سب تعریفیں اس کے لئے ہیں اور وہ ایسا ہے۔

لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک نہ تو اس کی کوئی اولاد ہے اس جیسا ہے نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی حصہ دار ہے کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

ولم یکن لہ ولی من الذل ؟ اسے کسی کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ایسا کوئی نہیں ہے جس کی مدد کا وہ محتاج ہو وکبرہ تکبیرا اور سب سے پہلے اللہ کی بڑائی ایسے بیان کر جیسی اسے سزاوار ہے اور یہ سارا معاملہ دل کا ہے اور یہی بنیاد ہے۔ ذکر قلبی کی حیات قلبی کی برکات قلبی کی یہ جو لوگ یا ساتھی ذکر کا حاصل کشف کو سمجھنے لگ جاتے ہیں یا ذکر کا حاصل کرامات کو سمجھنے لگ جاتے ہیں انہیں غلطی لگتی ہے کرامات اگر ہیں تو بھی اللہ کا فعل ہے بندے کے ہاتھ پہ صادر ہوتا ہے مکاشفات اگر ہیں تو اللہ کا فضل ہے اس کی عطا ہے جب چاہے کسی کو واضح کر دیتا ہے جب نہ بتانا چاہے نہیں بتاتا۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ والسلام کو یہ نہیں بتایا کہ آپ علیہ السلام دنبہ کاٹ رہے ہیں یہ نہیں بتایا کہ اسماعیل علیہ السلام کو لے جائیں لٹانا اسماعیل علیہ السلام کو ہے ذبح دنبہ ہو گا یہ تو آپ کسی باپ کو بتا دیں کہ بیٹے کو لے آؤ تم لٹاؤ پھر اس کی جگہ دنبہ ذبح کر دینا اس میں ابراہیم علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں کوئی بھی کر گذرے گا اللہ کے اس خلیل کو جسے ایک لمحہ ایسا آیا خود فرماتا ہے وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض میں نے زمین اور آسمان کی ساری بادشاہی ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کھول کر رکھ دی ساری کائنات منکشف فرما دی وہ زمینوں میں تھی یا آسمانوں میں تھی سارا جہاں انہیں دکھا دیا میں نے ایک لمحہ تھا ایک وقت تھا وہی ابراہیم علیہ السلام ہیں اور انہیں حکم دے رہا ہے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرو انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی اسماعیل علیہ السلام کی آنکھوں پہ پٹی باندھ لی لٹا دیا بیٹے کو انہیں پتہ نہیں چلنے دیا کہ کب نیچے سے گھٹنے سے نیچے سے اسماعیل نکل گیا کب اس کی جگہ دنبہ فرشتوں نے رکھ دیا اور گردن کاٹ دی گرم گرم خون کے فوارے ابلے ان پر پڑے چھینٹے ہاتھوں پر پڑے کپڑوں پہ پڑے زمین پر بہہ رہا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی گردن کٹ گئی اور اس کا خون بہہ رہا ہے اور نہیں جانتے کہ دنبہ کٹ گیا ہے یہ اس کی مرضی۔

دوسرا کون ہے اس کے ساتھ جو شرط لگائے کہ میں ذکر کرتا ہوں مجھے مشاہدہ کراؤ کیا ضرورت ہے کہ تجھے مشاہدہ کرائے اس کا اپنا کام ہے چاہے مشاہدہ کرا دے کشف کرا دے چاہے نہ کرائے چاہے کسی کو کرائے قادر ہے وہ نہ چاہے نہ کرائے لیکن ایک بات ہے ذکر کا حاصل یہ ضرور ہو کہ اللہ کی بڑائی دل میں آ جائے اور اس کی عظمت دل میں آ جائے اس کے ساتھ تعلق بن جائے اور اس کے ساتھ محبت ہو جائے اب ہر کسی کی محبت اپنے انداز کی ہو گی نبی کی محبت اس کی شان کے مطابق صحابی کی محبت اس کی شان کے مطابق سلف صالحین کی ان کی شان کے مطابق ایک ولی کامل کی اس کی حیثیت کے

مطابق اور عالم دین کی اس کی حیثیت کے مطابق لیکن ہم جیسے گنہگاروں کی ہمارے جیسی ٹوٹی پھوٹی سی پرانی شرانی کمزور سی لیکن محبت تو ہو اور جب محبت ہو اور پتہ چلے کہ میرا ہاتھ منہ دھو کر سجدہ کرنے سے میرا محبوب راضی ہو گا تو پھر اس کے ہاتھ منہ دھونے اور سجدہ کرنے میں ایک لذت آتی ہے جب یہ پتہ ہو کہ میں اس جانور کی گردن کاٹوں گا تو میرے اس کاٹنے سے میرا محبوب میری طرف متوجہ ہو گا تو پھر اس میں جمع تفریق نہیں آتی اور یہ نہ ہو تو پھر نظر قربانی کی کھالوں پہ رہتی ہے کہ چلو گوشت تو ضائع کیا لوگوں سے کھالیں ہی مانگ لو اس پر عیش کریں گے اور کتنے لوگ ہوں گے دین کے نام پر کھالیں غریبوں سے چھین کے سفر کرتے ہیں اور ٹی۔ اے ۔ ڈی۔ اے اس سے وصول کرتے ہیں اور وہ قربانی کے چمڑے کے پیسے ہوتے ہیں اب وہ اہل علم بھی ہیں علماء بھی ہیں پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں بلکہ بابو صاحب کو تو کوئی کھال دیتا ہی نہیں لیتے ہی سارے پڑھے لکھے دینی شعبے کے لوگ ہیں تو کتابیں پڑھنا اور بات ہے اور وہ تعلق اور وہ دوستی اور وہ جذبہ پا لینا وہ اور بات ہے تو جب تک عظمت الٰہی جاگزیں نہ ہو گی دل میں اور دل میں عظمت الٰہی تب آئے جب دل کو اس کے لئے صاف کیا جائے اس کے جھاڑ جھنکار صاف کئے جائیں اور اس سے الا بلا جو ہے اس سے نکالی جائے تو پھر توقع کی جائے اسے بلایا جائے اس کے سامنے درخواست کی جائے اور اسے پھر بلایا جائے اس کا نام دہرایا جائے اس کا نام لکھا جائے اس کی تجلیات بھی آئیں اس کی برکات بھی آئیں اور تب جا کر ارکان اسلام بوجھ نہیں بنتے پھر ان میں لذت آنے لگتی ہے تو اللہ کریم قبول فرمائے ذکر الٰہی اس سارے کی کنجی ہے کوشش کریں اپنے دلوں کو اللہ کے نام سے صاف کرو اور روشنی کرو۔

حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا لکل شئی صقالتہ و صقالتہ القلوب ذکر اللہ ہر شے کی پالش ہوتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اور ذکر سے یہ تعلق یہ دوستی اللہ سے نصیب ہوجائے پھر اگلی بات کا مزہ آتا ہے ورنہ رسم جہاں ہے ہم بھی نبھا رہے ہیں لوگ بھی نبھا رہے ہیں اللہ قبول فرمالے اللہ معاف کردے جب پردہ ہٹے گا تو پھر تو گنجائش نہیں ہو گی اصلاح کی اللہ کریم ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے ہمارے دلوں کو وہ یقین وہ نور ایمان عطا کرے اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا کرے اور ہمارے اعمال میں بہتری پیدا کرے جو اس محبت کا ثمر ہیں۔

آپؒ کی تعلیمات، ارشادات اور اُس کے ساتھ فیض صحبت تزکیہ کی اصل ہے۔ صرف تعلیمات تو کافر بھی سنتا اور جانتا ہے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے فیضِ صحبت سے محروم رہتا ہے۔ اور مومن ایمان لاکر اِن کیفیات کو حاصل کرتا ہے۔ جو آپؐ کی صحبت میں بٹتی ہے۔ چنانچہ ایک نگاہ پانے والا صحابیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا۔ اور نعمتِ عظمیٰ بٹتی رہی۔ صحابہ کی صحبت میں آنے والے تابعین کہلائے اور اُن سے تبع تابعین مستفید ہوئے پھر اہل اللہ نے اس نعمت کو اُن کے مقدس سینوں سے حاصل کیا اور خلق خدا کے دلوں کو روشن کرتے رہے۔ اور کرتے رہیں گے۔ انشاءاللہ

(مولانا محمد اکرم مدظلہ)

قربانی

اللہ کریم نے اس امت پر جو احسانات فرمائے ہیں ان احسانات میں سے ایک احسان عظیم یہ بھی ہے کہ اسے قربانی میں شرکت کا موقع نصیب فرمایا۔ قربانی کی اصل یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بے شمار امتحانات میں قربانیاں دیں۔

واذا بتلٰی ابراہیم ربہ فالمھن ۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے پروردگار نے آزمائش میں ڈالا تو انہوں نے پوری کی اس میں پورے اترے، بچپن سے والدین سے جدا ہوئے، ظالم حکومت سے ٹکر لی، ہجرت فرمائی، کئی حکمرانوں سے ٹکراؤ ہوا، آخری عمر میں چاند سا بیٹا عطا ہوا تو حکم ہوا اسے اور اس کی والدہ کو ایک ویرانے میں چھوڑ آؤ سینکڑوں میل پیدل سفر کر کے اس جگہ پہنچے جہاں مکہ مکرمہ ہے بیت اللہ شریف ہے وہاں چھوڑ کر چلے گئے کوئی ظاہری سبب نہیں تھا پانی تک نہیں تھا کوئی آبادی نہیں تھی کوئی آبادی کے آثار قریب نہیں تھے قرآن حکیم اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ آپ علیہ

مولانا محمد اکرم اعوان

الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان ترکت من ذریتی بواد غیر ذی زرع ایک ایسی جگہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جہاں کوئی تنکا گھاس کا بھی نہیں اگتا زندگی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ انہی کی برکت سے زم زم کا ایک چشمہ نمودار ہوا جو آج تک عالم کو سیراب کر رہا ہے مسلمانوں کے قلوب کو اور جب وہ کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔

فلما بلغ معہ السعی یعنی پکڑ کر چلنے کے قابل ہوئے تو انہیں قربان کرنے کا حکم ہوا اور کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کے خلیلؑ نے آخری عمر میں اپنی خمیدہ کمر کے ساتھ اپنے اس نونہال کو اللہ کی راہ میں اللہ کے حکم کے مطابق ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ منٰی میں جہاں حجاج کرام قربانیاں کرتے ہیں ستر اکہتر میں بہتر تک وہ جگہ ویسی ہی تھی جیسی شروع سے آ رہی تھی کچھ لوگ نشان وہی بھی کرتے تھے کہ یہاں اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا یہاں کیا لیکن یہ مفروضے تھے وادی اس کی مٹی اس کے پتھر اس کی چٹانیں وہی تھیں لیکن اب تو کچھ ایسی عجیب بات ہے کہ وہ مٹی وہ پتھر بھی لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئے اور وہاں عمارتیں بن گئیں مذبح خانہ بن گیا اب تو وہ سارا کام مشینی انداز میں ہوتا ہے، ہوتا رہے لیکن اصل چیز وہ تھی وہ اس کی Orignality جو تھی اس زمین کی مٹی کی ان چٹانوں کی، اس وادی کی، وہ گئی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی بہرحال آپ علیہ السلام نے اپنے عظیم فرزند کو جس کی پیشانی میں نور نبوت چمک رہا تھا اللہ کی راہ میں ذبح کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا آنکھوں پہ پٹی باندھ رکھی تھی آنکھیں کھول کے دیکھا تو دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اسماعیل علیہ السلام کھڑے مسکرا رہے تھے حیران ہوئے تو فوراً وحی الٰہی ہوئی کہ آپ علیہ السلام نے اپنی بات پوری کر دی یہ میری حکمت ہے کہ میں نے اسے باقی رکھنا چاہا اور اس کی جگہ دنبہ بھیج دیا جنت سے ہر عمل پہ من جانب اللہ ایک اثر مرتب ہوتا ہے اور جو لفظ الٰی جمل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مخالف کہے ہیں ان الفاظ پہ غضب الٰہی کا ایک اپنا اثر ہے اور جب کوئی خلاف اسلام ان الفاظ کو دہرائے گا پھر اسی طرح کا غضب الٰہی اس کے لیئے آئے گا اس کے لئے غضب الٰہی اس طرح سے بھڑکے گا جس طرح سے ابی جہل کے لئے بھڑکا کرتا تھا۔

اسی طرح جن الفاظ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی ہے یا جس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہے یا جس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل کیا ہے اللہ کی رضا کے لئے اس طرح سے جو عمل کیا جائے گا اس پر اس طرح کی رحمت متوجہ ہو گی جس طرح کی رحمت حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر متوجہ ہوا کرتی تھی یہ ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ معترضین جو اسلام پہ اعتراض کرتے ہیں یا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پہ اعتراض کرتے ہیں ان کے الفاظ وہی ہوتے ہیں کم وبیش جو مشرکین مکہ کے تھے یا یہود کے تھے انہوں نے وہ الفاظ کہاں سے لئے یہ شیطان کا کمال ہوتا ہے کہ وہ وہی الفاظ ان کے ذہن میں ڈال دیتا ہے اور وہ اس لئے کہ وہ چاہتا ہے کہ ان پر اسی طرح کا غضب وارد ہو۔

اللہ اپنے بندوں پہ احسان فرماتا ہے اور انہیں اس طرح کا کام کرنے کی توفیق دیتا ہے یا اس طرح کے الفاظ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے جس طرح اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے جس کے نتیجے میں ان پر اس طرح کی رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے جس طرح کی رحمت آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متوجہ ہوئی اس انداز میں رب جلیل نے ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شریک فرمایا اور قربانی دینے کا حکم فرمایا اسی تاریخ پر دینے کا حکم فرمایا اور اس دن کو یوم عید قرار دیا اور پھر اس قربانی پر وہ کیفیت نازل فرمائی تو ہر عمل کا جو اجر ہوتا ہے وہ خود بندہ جانچ سکتا ہے جیسے قرآن نے ارشاد فرما دیا۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر۔ یقیناً" نماز بے حیائی سے اور برائی سے روکتی ہے اب آدمی اگر نماز ادا کرنے سے اس کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اسے بے حیائی سے نفرت ہو جاتی ہے یا وہ برائی سے رک جاتا ہے اس کا مطلب ہے اس کی نماز ادا ہو گئی اسے نماز کا اجر مل رہا ہے لیکن خدانخواستہ اگر وہ نماز بھی پڑھتا ہے برائی بھی کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ محض ایک رسم نبھا رہا ہے اگر نماز ہوتی تو اس کا یقینی یہ اثر تھا کہ اس کے مزاج میں وہ تبدیلی پیدا کرتی اسی طرح قربانی کا بھی ایک اثر ہے کہ وہ مزاج ابراہیم جو ہے وہ انسان میں پیدا ہو جائے اللہ کے مقابلے میں اسے دنیا یا دنیا کی دولت یا دنیا کے رشتے دنیا کی کوئی بھی نعمت اطاعت الٰہی کے مقابلے میں اسے عزیز نہ رہے قربانی سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ ایک جانور کاٹا اور کھا گئے یہ کوئی مقصد نہیں ہے بے شمار جانوروں کو ذبح کر دینا یہ مقصد نہیں ہے آج جو ہمارے ہاں نئی سوچ ہے کہ جانور ذبح کرنے کی بجائے ان کے پیسے جمع کرا دے یہ کر دو وہ کر دو یہ درست نہیں ہے قربانی جانور ذبح کر کے ہی ہو گی اور اسی نیت سے جانور ذبح کیا جائے گا جس نیت سے ابراہیم علیہ السلام نے قربانی دی تھی اور اس پر وہ کیفیت وارد ہو گی اس پر وہ حال وارد ہو گا دل میں وہ مثبت تبدیلی آنی چاہیے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت تھی اور جو ان کا وصف تھا یہ اللہ کریم کا خصوصی احسان ہے اس کے

ساتھ یہ لحاظ بھی ضرور رکھا جائے کہ قربانی کی کھالیں جو ہوتی ہیں یہ مساکین کا حق ہیں اور ہمارے ہاں اس حق کو لوٹنے والے بے شمار ہو گئے ہیں سیاسی جماعتیں کھالیں مانگتی ہیں سیاست کرنے کے لئے-مجاہد تنظیمیں کھالیں مانگ رہی ہیں جہاد کرنے کے لئے-آپ کے پاس اگر سیاست کے لئے سرمایہ نہیں ہے تو سیاست کیوں کرتے ہو آپ کے پاس جہاد کے وسائل نہیں ہیں تو نہ کرو-کشمیر میں بانٹنے کے لئے غریبوں کی مدد کے لئے کھالیں جمع کرو بھئی تم اگر مدد کرنا چاہتے ہو تو کیا قربانی کی کھالیں ہی باقی رہ گئی ہیں کچھ اپنے پلے سے بھی کرو اپنے لئے تو وہ جو کچھ جمع کرتے ہو اس میں سے بیشتر حصہ خود کھا جاتے ہیں اور مسکین کے منہ میں خیرات کا یہ ایک ذرہ بھی ان تنظیموں نے چھین لیا حق یہ ہے کہ قربانی کے چمڑے فروخت کئے جائیں اور سب سے پہلے اگر رشتہ داروں میں غریب ہیں تو ان کا حق ہے محلے میں ہیں تو ان کا حق ہے گاؤں میں شہر میں ہیں تو ان کا حق یہ مساکین کا حق ہے سیاست دانوں کا نہیں ہے اور نہ مجاہد تنظیموں کا حق ہے ہر جہادی تنظیم کسی نہ کسی ملک سے سرمایہ لیتی ہے کوئی ایسی تنظیم نہیں ہے جو اللہ کے لئے لڑ رہی ہو ہم نے آج تک نہیں دیکھی اور اگر ایسی ہوتی تو افغانوں کی طرح روس کو مار کر بھگا دیتی چند سالوں میں یہ کشمیر کے نام پر جتنی لڑ رہی ہیں تا یہ کوئی سعودیہ سے پیسے لے رہی ہے کوئی مڈل ایسٹ کے کسی دوسرے ملک سے لے رہی ہے چند لوگ بیٹھے سرمایہ کھا رہے ہیں لوگوں کے بچے کالجوں سے بھگا کر جہاد پر بھیج دیتے ہیں گھر سے بچہ پڑھنے جاتا ہے یہ آگے اسے جہاد پہ بھیج دیتے ہیں یہ سارے فراڈ نہ ہوتے تو جہاد اتنا لمبا عمل نہیں ہے کہ پچاس سال کشمیر میں جہاد ہوتا رہتا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا تو یہ سب لٹیرے ہیں کھالیں کسی ڈاکو کو دینے کی بجائے کھالوں کے پیسے قریبیوں کو دو رشتہ داروں میں کوئی غریب ہے تو اس کو دیجئے محلے میں گاؤں میں شہر میں دیجئے اجتماعی کاموں پہ خرچ کیجئے اور ضروری ہے کہ ان باتوں کا دھیان رکھا جائے قربانی کے گوشت میں ہر غریب مسکین فقیر کو حصے دار بنایئے محض تحفے دینا درست نہیں ہے یہ صحیح ہے رشتہ داروں میں بھی بھیجا جائے لیکن رشتہ داروں میں بھیجنا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا ان لوگوں کو دینا ضروری ہے جو قربانی نہیں کر سکتے جو لوگ جانور ذبح کرنے کی استعداد نہیں رکھتے انہیں بھی حق حاصل ہے کہ وہ بھی قربانی کے گوشت سے عید منائیں اللہ کریم ہمیں توفیق دے۔

ارشاد ربانی

(۱) میں نے اپنی رضا کو مخالفت نفس میں رکھ دیا ہے
لوگ اسے موافقت نفس میں تلاش کرتے ہیں
بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

(۲) میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے
لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں
بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

(۳) میں نے علم و حکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے
لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں
بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

(۴) میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے
لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں'
بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

(۵) میں نے عزت کو اپنی اطاعت میں رکھ دیا ہے
لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں
بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

حدیث قدسی

علامہ اقبالؒ کا نظریہ جنگ

ڈاکٹر محمد حامد

علامہ اقبالؒ کا ذہنی افق اتنا وسیع واقع ہوا ہے کہ انہوں نے بلا مبالغہ زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے۔ ان کی بنیادی سوچ قرآن حکیم سے مستعار تھی اور اسی چیز نے ان کے کلام میں وہ گہرائی اور وسعت پیدا کر دی تھی کہ وہ تمام بنیادی مباحث کو اپنے اشعار میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ بات مغرب کے اثرات اور اس کے فلسفے کی ہو یا تعلیم و تربیت کا میدان ہو، صلح و جنگ کا تذکرہ ہو یا خواتین کا معاشرے میں کردار الغرض ہر مسئلہ ان کے یہاں حل ہوتا نظر آتا ہے اور آپ ہر مسئلہ پر بنیادی باتیں بیان کر دیتے ہیں۔

جنگ کا موضوع علامہؒ کے یہاں بڑی اہمیت کا حامل نظر آتا ہے کیونکہ اقوام عالم کی تاریخ کے ارتقاء میں اس کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ چنانچہ آپ اس بارے میں اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں۔

جنگ شاہان جہاں غارت گری ست
جنگ مومن سنت پیغمبر ست
جنگ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست
ترک عالم، اختیار کوئے دوست
آنکہ حرف شوق با اقوام گفت
جنگ را رہبانی اسلام گفت
کس نداند جز شہید ایں نکتہ را
کو بخون خود خرید ایں نکتہ را

(بادشاہوں کی جنگ غارت گری کا دوسرا نام ہے جبکہ ایک مومن کی جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کا نام ہے۔ ایک مومن کی جنگ اللہ کے پاس پہنچنے کی آرزو کا نام ہے وہ دنیا چھوڑ کر کوئے دوست کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کو اسلام کی رہبانیت سے تعبیر کیا ہے۔ اس نکتہ کو شہید کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ وہ اپنے خون کے عوض اس نکتہ کو خریدتا ہے۔ کلیات اقبالؒ (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۷۷۳)

آیئے ہم سب سے پہلے نکتہ کے بارے میں غور و خوض کر لیں کہ آیا واقعہ شاہان جہاں کی جنگ غارت گری کا دوسرا نام ہے۔ جنگ کی عالمی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دور چاہے قبل مسیح کی جنگوں کا ہو یا چنگیز و ہلاکو خان کا یا پہلی اور دوسری جنگ عظیم برپا کرنے والی بیسویں صدی ہو، ہر دور میں جنگیں ہلاکت و غارت گری کا پیغام لے کر آئیں۔ بستیوں کی بستیاں غارت کر دی گئیں خود اس دور میں روس جس ہلاکت آفریں جنگ کا آغاز کئے ہوئے ہے اس سے جنگلوں اور پہاڑوں کے بھیڑ بکریاں چرانے والے گلہ بان تک محفوظ نہیں۔ پھر اس میں بادشاہتیں ہوں یا جمہورتیں انسانوں کا خون بہانے میں وہ یکساں سفاک واقع ہوئی ہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران کروڑوں افراد کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے یا وہ شدید زخمی ہو کر زندگی بھر کے لئے اپاہج ہو گئے۔

اس کے برعکس سنت نبوی کے آئینے میں اگر جنگ کو دیکھا جائے تو جن جنگوں کے نتیجے میں لاکھوں مربع میل علاقہ اسلامی ریاست کا حصہ بنا ان میں مقتول اور زخمی ہونے والوں کی کل تعداد ایک ہزار سے بھی کم بنتی ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد فتنہ و فساد کو ختم کرنا اور انسان پر انسان کی حکمرانی کی بجائے اللہ کی حکمرانی کو قائم کرنا ہے۔ پھر یہ جنگیں کسی انتقامی کارروائی پر منتج نہیں ہوتیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

لاتثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء

„تم پر کوئی گناہ نہیں آج کے دن تم سب آزاد ہو۔" کاوہ تاریخ ساز اعلان کیا کہ دنیا بھر کی فتح کی تاریخ ایسا ایک واقعہ بھی پیش نہیں کرسکتی جس میں فاتح فوج نے کوئی انتقامی مظاہرہ نہ کیا ہو اور لوگوں کے مال و جان عصمت سب محفوظ رہے ہوں۔ مومن کی جنگ تو اللہ کے راستے میں شہادت حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے اور بس۔ یہاں مقصد یہ نہیں کہ مال غنیمت اور کشور کشائی کا حصول ہو۔ اقبال ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

(کلیات اقبال' اردو) شیخ غلام محمد
اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۲ء ل ص)

پھر اسی شہادت کے نتیجے میں مسلمانوں کو وہ قوت و شوکت ملتی ہے جس سے دنیا بھر کی اقوام کی نظر میں مسلمانوں کا وقار و دبدبہ انتہائی بلند ہوتا ہے۔ جب سے ہمارے یہاں شہادت کی جستجو و طلب کا سلسلہ کم ہوا ہے ہمارے اندر وہ پہلی سی بات نہیں رہی اور یہ صورت حال کوئی زیادہ عرصے کی بات نہیں اسی صدی کی ابتداء تھی کہ سلطنت عثمانی کے خلیفہ کے دربار میں حاضری کے لئے یورپ کے سفیروں کو مہینوں تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ایک فرانسیسی سفیر نے خلیفہ کے حضور ارمنی عیسائیوں کی شرارتوں کی وکالت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گستاخی کی جرات کی تو خلیفہ نے جو آبنائے باسفورس کے کنارے جہاز کے عرشے پر بات کر رہے تھے اس سے ہاتھ ملایا اور ہاتھ پکڑ کر اسے انتہائی اطمینان سے سمندر کی موجوں کے سپرد کر دیا۔ فرانسیسی حکومت اس پر سرکاری احتجاج کے علاوہ کچھ بھی نہ کرسکی۔ یہ ایک مملکت کی بات نہ تھی۔ پورے یورپ کا یہی حال تھا۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد مسلمانوں کا وہ رعب و دبدبہ جاتا رہا اور اس میں سب سے زیادہ دخل جذبہ شہادت کے سرد ہونے کا تھا۔ اقبالؒ تو محکومی کو سب سے بڑی لعنت سمجھتے ہیں وہ محکومی چاہے جسمانی ہو یا ذہنی وہ بندۂ محکوم کے الہام کو چنگیز و ہلاکو کی ہلاکت کے مترادف سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

اسی طرح اس نبوت کو جو جہاد کی نفی پر مبنی ہو اور غیر ملکی آقاؤں کی غلامی کا درس دیتی ہو برگ حشیش کے مترادف سمجھتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

جہاد کے موضوع پر ہی اقبالؒ نے ایک نظم میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے اسلام اور یورپ کا موازنہ کیا ہے اور ترک جہاد کی تلقین کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ یہ تلقین تو یورپ کو کرنا چاہئے نہ کہ مسلمانوں کو۔ آپ لکھتے ہیں:

تعلیم اس کو چاہئے ترک جہاد کی

باطلے فال و فرکی حفاظت کے واسطے
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
حق سے اگر غرض ہے تو زیباہے کیا یہ بات
دنیا کو جس کے پنجہ خوش سے ہو خطر
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
اسلام کا محاسبہ یورپ (ایضاً" ۲۱۰ [illegible])

منڈیل کر-ستن کہتا ہے:۔

Power Tends to Corrupt and Absolute Power corrupts absolutely. (Letter inlife of Mundell Creighton (1904) I.372

قوت فطری طور پر بگاڑ پیدا کرتی ہے اور مطلق قوت مطلق بگاڑ پیدا کرتی ہے۔

اس چیز کو اقبالؒ نے زبان شعر میں بیان کیا ہے:۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انساں کی قبا چاک
تاریخ امم کا یہ پیام ازلی ہے
صاحب نظراں نشہ قوت ہے خطرناک
اس سیل سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک
(کلیات اقبالؒ صف ۳۱)

علامہ لادین قوت (Secular Power) کو اصل خطرہ سمجھتے تھے۔ خود ہمارے دور میں بھی حضرت انساں کی قبا اسی لادیں قوت کے ہاتھوں چاک ہو رہی ہے۔ اگر یہی قوت دین کی حفاظت میں دین کے اصولوں کے تحت استعمال کی جائے تو یہ ہر زہر کا مداوا بھی بن سکتی ہے جیسا کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں نے ثابت کر کے دکھایا کہ لاکھوں مربع میل حکومت میں کسی ایک فرد کو بھی حکومت وقت سے کسی قسم کی ایسی شکایت پیدا نہیں ہوئی جس کا فوری مداوا نہ کیا گیا ہو۔

علامہ اپنے مرد مومن کو حق و باطل کی کارزار میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے۔
(ایضاً" ۵۱۵)

علم و فضل کے تقدس سے انکار ممکن نہیں لیکن علامہ اس علمیت کے قائل نہیں جو مرد غازی کو تیغ و تفنگ سے بیگانہ کردے اسے فارسی کلام میں فرماتے ہیں۔

من آں علم و فراست با پر کاہے نمی گیرم
کہ از تیغ و تبر بیگانہ سازد مرد غازی را

میں اس رلم و فراست کو ایک گھاس کے تنکے کے برابر وقعت دینے کے لئے تیار نہیں جو مرد غازی کو تیغ و تبر سے بے پرواہ کر دے۔ شمشیر براں کے بغیر زندگی کی کوئی وقعت نہیں کیونکہ کمزوری ہمیشہ یلغار کو دعوت دیتی ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

رابرٹ ولیم سروس لکھتا ہے۔

This is the law of the yukon.
that only the strong whall thine
that sundy the weak shall perik
and only the fit musioive
Dinoluts, damned, and deopaigyl,

crippled and palied andslain
this is the will go the yuknon,
the law ofLo (how she maken it plain.
(Songs of a Soundoyh
the yukon, The Oxford Dictionary
of quotations, p 422)

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہمیں صاف الفاظ میں احکامات دیئےواعدوالھم ما استطعتم من قوۃ
کہ اپنے دشمنوں کے خلاف ہر ممکن کوشش کے ذریعے سے قوت بہم پہنچاؤ اس قوت کے بہم پہنچانے کا مقصد یہ بیان فرمایا گیا کہ اس سے دشمنوں کے دل میں تمہارا رعب پڑ جائے اور وہ کسی قسم کے جارحانہ اقدام کی جرات ہی نہ کر سکیں۔ اسی چیز کو موجودہ دور کی اصطلاح میں Deterrance یا ڈر کی وجہ سے مانع ہونے کا تصور کہلاتا ہے۔

یہ ہیبت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے اس بارے میں اقبال ؒ فرماتے ہیں۔

برخور ز راز قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آب حیات
می دید مارا پیام لا تخف
می رساند برمقام لا تخف
قوت سلطان و میر از لا الہ
ہیبت مرد فقیر از لاالہ

اگر اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا چاہتے ہو اور استحکام چاہیئے تو قرآن حکیم سے سبق حاصل کرو جو ہمیں لا تخف یعنی "مت ڈرو" کا پیغام دیتا ہے اور ہمیں اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں ہم کسی قوت سے نہیں ڈرتے۔ سلطان و میر کی قوت کا راز بھی لاالہ میں یعنی کسی کو بلند و بالا نہ سمجھنے میں ہے اور مرد فقیر کی ہیبت کا راز بھی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو ڈرنے کے لائق نہیں سمجھتا۔

سرکاری مُلازموں کے لیے تحفہ اور ہدیہ لینا حرام ہے

—— حدیث ابوحمید ساعدی ؓ: حضرت ابوحمید ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا۔ جب یہ شخص اپنے کام سے فارغ ہو کر آیا تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ ملا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: تم اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے، پھر دیکھتے کوئی تم کو ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ پھر آپ عشا کی نماز کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے، پھر فرمایا: اما بعد! یہ عاملوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجتے ہیں پھر وہ ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: یہ مال وہ ہے جس کی تحصیل کے لیے مجھے بھیجا گیا تھا اور یہ مال مجھے بطور تحفہ یا ہدیہ ملا ہے وہ آخر اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتا کہ اسے کوئی ہدیہ ملتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! ان محاصل میں جو شخص خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ چوری کیا ہوا مال اپنی گردن پر لادے چلا آ رہا ہو گا اگر اونٹ چرایا ہو گا، تو اسے اس طرح لاد کر لائے گا کہ وہ بڑبڑا رہا ہو گا اور اگر گائے ہو گی تو وہ چلا رہی ہو گی اور اگر بکری ہو گی تو وہ ممیا رہی ہو گی۔ یاد رکھو! میں نے اللہ کے احکام تم تک پہنچا دیے۔ ابوحمید ؓ کہتے ہیں: یہ ارشاد فرماتے وقت نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اونچا اٹھایا حتیٰ کہ ہم کو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب الایمان والنذور: باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال و جواب

مولانا محمد اکرم اعوان

سوال :- چند باتوں کے بارے میں میرے ذہن میں ابہام پایا جاتا ہے عام علماء بھی تسلی بخش جواب نہیں دے پاتے اگر مناسب سمجھیں تو علیین سجین' بیت المعمور' سدرۃ المنتہیٰ' عالم حیرت اور عالم لامکان کے بارے میں کچھ تفصیل بیان فرمائیں۔

جواب :- بھائی گزارش یہ ہے کہ یہ سارے وہ امور ہیں جن پر ہمارا اجمالی ایمان ہے کہ یہ درست ہیں اور حق ہیں اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے اس کی خبر دی ہے اسی طرح جنت و دوزخ حق ہے' عذاب و ثواب حق ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے اس کی خبر دی ہے اب ان سب کی ساری تفصیلات اس کے متعلق ایسا علم جو دیکھنے سے حاصل ہو گا یا وہاں جا کر جب سامنے چیزیں آئیں گی تو جو علم حاصل ہو گا وہ آج تو کسی طرح نہیں ہو سکتا تو ان کے بارے ہم مکلف بھی اتنے ہی ہیں کہ انہیں حق سمجھیں جس بات کی' جس شے کی' جس مقام کی' جس حالت کی خبر دی ہے نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے اگر اس کا انکار کیا جائے تو وہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا انکار بنتا ہے اور آدمی اسلام سے محروم ہو جاتا ہے لیکن تفصیل جاننا ضروری ہے ان باتوں کی جن کا ہم سے حساب ہو گا حلال حرام کی' جائز ناجائز کی روز مرہ کے کام جو ہم کرتے ہیں ان کی ان چیزوں کی تفصیل جاننا ضروری ہے کہ ان پر جانے بغیر عمل ممکن نہیں یا تو آدمی خود عالم ہو۔ عالم نہ ہو تو کسی عالم کے ساتھ متعلق ہو جس سے پوچھ کر کام کر سکے یہ دو صورتیں ہیں۔ فرائض کا جاننا فرض ہے' واجبات کا جاننا واجب ہے سنن کا جاننا سنت ہے۔ مستحب کا جاننا مستحب ہے اب اس سے زیادہ تفصیلی علم یا ہر آدمی عالم ہو جائے یہ ممکن نہیں ہے روز مرہ کے امور اور ضروریات کے بارے بھی اگر کسی کا علم مکمل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ رہے جو ان باتوں سے واقف ہو اور اس کے مشورے سے عمل کرتا رہے جہاں تک ان مقامات کے بارے قرآن حکیم نے خبر دی ہے اور اس کی تفصیل نبی علیہ الصلوۃ و السلام کے ارشادات میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ علیین اور سجین دو ایسے مقام ہیں جہاں دنیا سے جانے کے بعد اور قیامت قائم ہونے سے پہلے ارواح کا ٹھکانا ہے۔ علیین ان ارواح کا ٹھکانا ہے جو ایماندار ہیں' جو نجات یافتہ ہیں' جو اللہ کے مقرب ہیں تو درجہ بدرجہ علیین میں بھی اسی طرح درجے ہیں علمائے تفسیر کے نزدیک سطح زمین سے بالا علیین شروع ہو جاتا ہے ساتویں آسمان تک اور سطح زمین سے نیچے زمین کی ساتویں تہہ تک سجین چلا جاتا ہے جس طرح یہ عالم آب و گل آباد ہے اور اس میں کتنے ہی عالم آباد ہیں۔ ڈلوال کے ایک ساتھی تھے فوت ہو گئے اللہ ان کے درجات بلند کرے میں گذر رہا تھا گلی سے اور وہ سامنے سے آ رہے تھے میرے پاس رک گئے کوئی میرے خیال میں سات آٹھ فٹ کی کل گلی ہو گی جس میں میں کھڑا تھا وہ بھی کھڑے تھے وہ مجھے کہنے لگا کہ حضرت میرے اور اس دیوار کے درمیان مجھے آٹھ قسم کی الگ الگ مخلوق نظر آ رہی ہے میں نے کہا یار میں تمہارے

کشف کا مکلف نہیں ہوں تم جانو تمہاری کشف جانے خالق جانے اور اس کی مخلوق جانے آٹھ تو تمہیں نظر آ رہی ہیں پتہ نہیں کتنے آٹھ وہ ہوں گے جو تمہیں بھی نظر نہیں آ رہے اس کا ایک اپنا نظام ہے اور ایک بدن انسانی ہے اس کے ایک قطرہ خون میں اربوں جراثیم ہیں۔ کھربوں جراثیم ہیں۔ ان کا ایک اپنا جہان ہے وہ پیدا ہوتے ہیں' وہ مرتے ہیں' وہ صحت مند ہوتے ہیں' وہ بیمار ہوتے ہیں ان کی نسل بڑھتی ہے۔ دو سے چار' چار سے آٹھ' آٹھ سے سولہ بڑھتے چلے جاتے ہیں ہمیں کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں بڑھ رہے ہیں کہاں پھیل رہے ہیں کیا وہ زندہ ہیں؟ کیا وہ مردہ ہیں؟ بخار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے تم میں ملیریا کے جراثیم آ گئے اب وہ دوائی دیتا ہے ہمیں یہ خبر ہے بخار اتر گیا وہ کہتا ہے جراثیم مر گئے وہ کب پیدا ہوئے کب مرے بدن ہمارا ہے خون ہمارا ہے رگیں ہماری ہیں لیکن ہمیں اس کے سوا کوئی پتہ نہیں بخار ہوا تھا بخار ٹھیک ہو گیا۔ کب جراثیم پیدا ہوئے کب مر گئے یہ اس کا اپنا نظام ہے جب خود وجود کے اندر کئی دوسرے عالم آباد ہیں جنہیں ہم محسوس نہیں کر سکتے تو فضا میں کتنے اور آباد ہوں گے وہ جاننا تو ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ارواح کا ٹھکانہ بعد الموت علیین یا سجین میں ہوتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ بدن میں داخل ہونے کے بعد بدن کا اور روح کا جو تعلق ہے وہ کبھی نہیں ٹوٹتا دنیا میں مکلف بالذات بدن ہوتا ہے سامنے بدن ہوتا ہے گرمی سردی دوستی دشمنی' خوشی غم بدن کو نصیب ہوتا ہے اس کے حوالے سے روح بھی تڑپتی ہے اس کی تڑپ نہ کوئی دیکھتا ہے نہ کوئی سنتا ہے خود آدمی پریشانی محسوس کرتا ہے دوسرا یہ بھی محسوس نہیں کر سکتا کہ یہ کتنا پریشان ہے کوئی اس کا پیمانہ نہیں موت زندگی کے خاتمے کا نام نہیں موت صورت حال کی تبدیلی کا نام ہے کہ جب عالم عمل سے وقت ختم ہو جاتا ہے تو بدن سے وہ قوت جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے تھی وہ سلب ہو جاتی ہے پھر روح علیین یا سجین میں ہوتی ہے جہاں اس کا ٹھکانہ ہے لیکن اس کا رشتہ بدن کے ساتھ ہر ذرے کے ساتھ بدستور موجود رہتا ہے۔ گرمی سردی' نیکی' بدی' عذاب' ثواب براہ راست روح پر وارد ہوتا ہے اور اگر لذت روح کو نصیب ہو تو بدن کے ذرات دنیا میں کہیں منتشر ہو جائیں انہیں وہ لذت نصیب ہوتی ہے اگر کوفت روح پہ ہو عذاب روح کو ہو تو بدن کا ہر ذرہ اس میں سے اپنا حصہ وصول کرتا ہے خواہ وہ کسی جانور کا جزو بدن بن چکا ہو یا مادے کی کوئی صورت بن چکا ہو جل گیا ہو اغرق ہو گیا ہو' قبر میں ہو یا خاک میں مل کر منتشر ہو گیا ہو' روح کا یہ جو تعلق ہے ہر بدن کا مختلف ہوتا ہے اس کے کردار کے اعتبار سے حتیٰ کہ کسی کو شہادت نصیب ہو جائے تو اس کی روح کا تعلق بدن سے ایسے ہوتا ہے کہ بدن صدیوں خراب نہیں ہوتا جس طرح زندگی میں تر و تازہ رہا اسی طرح تر و تازہ رہتا ستر۱۹۷۰ء کی دہائی میں مسجد نبوی کی توسیع کے وقت تین صحابہ کرام کے وجود مبارک نکال کر جنت البقیع میں دفن کیے گئے جو چودہ سو سال بعد بھی ویسے تر و تازہ تھے جیسے کسی نے انہیں جس دن دفن کیا تھا کوئی اثر موت کا بدن پر نہیں تھا کوئی خرابی ابدان میں نہیں تھی کوئی اس میں بوباس نہیں تھی کوئی فرسودگی نہیں تھی تو شہید کی روح کا تعلق اتنا مضبوط بدن سے ہوتا ہے کہ علیین میں رہتے ہوئے بھی بدن میں اس کا اتنا اثر و نفوذ ہوتا ہے جتنا جس طرح زندگی میں بدن تر و تازہ رہتا تھا سب سے اعلیٰ تعلق انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کا ہوتا ہے کہ ان کے روح کو علیین کے مقام سے

بھی معزز ٹھکانہ ان کا وجود اطہر ہوتا ہے روح کے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ وہ علیین میں کیسے اور بدن میں کیسے ہے روح ایک شے لطیف ہے اور جو چیز جتنی لطیف ہوتی ہے اتنی اس میں وسعت بھی ہوتی ہے اتنی اس کی پہنچ بھی ہوتی ہے بیک وقت اس کا پھیلاؤ اتنا ہوتا ہے کہ کہاں کہاں پہنچ سکتی ہے جس طرح اب سورج کی روشنی کرن ایک لطیف شے ہے تو کھربوں میلوں کا جو فاصلہ ہے وہ سورج کے طلوع ہوتے ہی پل بھر میں ادھر سورج نکلتا ہے ادھر کرن زمین پر پہنچ جاتی ہے یہ اس کی لطافت ہے کہ وہ اتنی دوری کو بغیر کسی وقت کے طے کر لیتی ہے روح اس سے لطیف تر شے ہے۔

بیت المعمور بیت اللہ شریف کے اوپر ساتویں آسمان پر اسی طرح بیت اللہ ہے جسے بیت المعمور کہا گیا ہے بیت اللہ شریف جو ہے یہ وہ نقطہ ہے جس سے ساری زمین پھیلائی گئی اور یہ مرکز ہے روحانی اعتبار سے بھی اور مادی اعتبار سے بھی کرہ ارض کا اب عین اسی کے اوپر ایک کعبہ اپنے آسمان پر ہے جس کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور اسی کے عین سیدھ میں ساتویں آسمان پر ایک کعبہ ہے جسے بیت المعمور کہتے ہیں سدرہ المنتہی وہ مقام ہے جسے عالم عمل یا عالم دنیا کے لئے سیکرٹریٹ کی حیثیت حاصل ہے جس طرح کسی بھی ملک کا کسی بھی حکومت کا سیکرٹریٹ ہوتا ہے ہمارا اسلام آباد سیکرٹریٹ ہے پورے ملک کو کنٹرول کرتا ہے اسی طرح احکام الٰہی سدرہ المنتہی پر دفتر ہے مختلف شعبوں کے ملائکہ کا جن کے پاس احکام پہنچتے ہیں اور وہ جس جس کی ذمہ داری جن جن فرشتوں کی ہے اسے آگے پہنچاتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں تک فرشتوں کی رسائی ہے۔ اس سے آگے فرشتوں کی رسائی نہیں ہے جبرائیل امین فرشتوں کے امیر ہیں قرآن نے انہیں مطاع کہا ہے سردار ہیں سارے فرشتوں کے مطاع ثم امین شب معراج سدرہ المنتہی تک آپؐ کے ہم رکاب رہے اور وہاں پہنچ کر معذرت کر لی آگے جانے سے جس انداز میں انہوں نے معذرت کی مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا کہ اگر یک سر موئے برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔ میں اس سے آگے اگر سرمو بھی بڑھوں تو تجلیات باری میرے پروں کو جلا کر راکھ کر دے گی میری اس سے آگے جرات نہیں ہے یہاں تک میری رسائی ہے عالم خلق اس سے آگے چلتا رہتا ہے بعض وہ ملائکہ جن کا تعلق عالم دنیا سے نہیں ہے بلکہ ان کی ذمہ داری عرش الٰہی سے ہے وہیں ان کی خدمات ہیں۔ اس سے آگے عرش الٰہی کا عالم شروع ہوتا ہے اور وہاں وہ ملائکہ ہو سکتے ہیں جن کی ذمہ داری ہی وہیں ہے جن کا نیچے کوئی تعلق نہیں لیکن جب عرش کے دائرے ختم ہو جاتے ہیں یا عرش الٰہی ختم ہو جاتا ہے۔ آنکہ آمد نو فلک معراج او۔ انبیاء و اولیاء محتاج او۔ عرش کے بارے علمائے تحقیق کی رائے ہے کہ نو عرش ہیں' نو حصے ہیں اس کے یا نو طبقے ہیں یا نو عرش ہیں جہاں نویں عرش کی انتہا ہوتی ہے اس سے آگے جو کچھ ہے اسے یا لامکان کہتے ہیں یا عالم حیرت کہتے ہیں اس لئے کہ اس سے اوپر مخلوق کی رسائی نہیں ہے اس کے بارے مخلوق کے پاس سوائے حیرت کے کچھ نہیں ہے کسی مقام کا نام نہیں رکھا جا سکتا کسی مقام کی کوئی تعین نہیں کی جا سکتی اس لئے اسے لامکان یا عالم حیرت کہہ دیا جاتا ہے میرے خیال میں اتنی معلومات بہت ہیں اس کے بارے یہ اللہ کریم کا احسان ہے بنی آدم پر کہ بنی آدم کو نور نبوت سے نوازا گیا اور نبوت وہ درجہ قرب ہے جو دوسری کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے برکات نبوت اور فیوضات نبوت

اگر نصیب ہوں تو یہ سارے عالم عرس ہوں یا عالم حیرت ہو یہ سارے انسانی روح کی رسائی کی زد میں ہیں یہ عظمت ہے برکات نبوت کی باتباع نبوت' باتباع رسالت' باتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح انسانی ان منازل پر پہنچ سکتی ہے وہاں جا سکتی ہے اللہ کریم چاہیں تو مشاہدہ بھی کرا دیتے ہیں اور زیادہ تفصیلات کا جسے شوق ہو وہ ہمت کرے محنت کرے اور جاکر دیکھے چونکہ جو چیزیں مشاہدے سے علم میں آتی ہیں وہ بتانے والا بتا نہیں سکتا بتاتا رہے تو سمجھ نہیں آتی سمجھ نہ آئے تو پھر ماننے کو جی نہیں چاہتا تو اس سے زیادہ تفصیل جسے چاہیے وہ محنت کرے اللہ سے دعا کرے ہم بھی دعا کریں گے کوشش بھی کریں گے اللہ کرے وہاں جائے پہنچے دیکھے۔

سوال :۔ اسلام سے پہلے جتنے سچے مذاہب آئے یعنی یہودیت یا عیسائیت وہ مشرق وسطی یا اس کے قریب کے علاقوں اور ملکوں میں آئے جبکہ دنیا کی بہت زیادہ آبادی روس' چین' جاپان' ہندوستان میں پائی جاتی ہے کیا ان لوگوں کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث ہوئے؟

جواب :۔ یہ خیال درست نہیں ہے بات صرف اتنی ہے کہ قرآن کریم نے جن مذاہب کا جن انبیاء کا ذکر مناسب سمجھا اور فرمایا وہ سارے مشرق وسطی میں تھے اس لئے کہ قرآن کے پہلے مخاطب عرب تھے اور عرب مشرق وسطی کے حالات سے عموماً" واقف تھے اپنے آباؤ اجداد سے اپنے قصے کہانیاں سنتے آئے تھے تو جب مثال دینا پڑی کسی غرق ہونے والی قوم کی یا کسی اللہ کے نیک اور مقرب بندے نبی اور رسول کی تو عربوں کو قرآن نے وہی بات بطور مثال پیش فرمائی جو ان کی معلومات میں ایک حد تک تھی لہٰذا قرآن حکیم نے جن انبیاء کا ذکر فرمایا یا جن کے بارے ذرا تفصیل سے یا مثال کے طور پر جنہیں ارشاد فرمایا وہ مشرق وسطی میں مبعوث ہونے والے نبی اور رسول تھے لیکن اس کے ساتھ قرآن نے یہ بھی خبر دی کہ کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس میں ہم نے رسول نہ بھیجا ہو۔ اور کوئی ایسا ملک یا آبادی نہیں ہے جو نبوت کے پیغام سے محروم رہی ہو۔ اب یہ اللہ کو پسند نہیں تھا کہ عرب جب جاپان ہی سے واقف نہیں تھے تو جاپان میں مبعوث ہونے والے نبی کی بات ان سے کرتا جب وہ چین ہی سے واقف نہیں تھے تو چینی قوم کا تذکرہ ان سے کرتا یا وہاں کے مبعوث ہونے والے نبی کے حالات کا تذکرہ کرتا تو قرآن کریم نے جن انبیاء کا تذکرہ فرمانا مناسب سمجھا چونکہ پہلے مخاطب قرآن کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرب تھے تو ان کے علم کے مطابق قرآن کا فرمان بھی انہی کی زبان میں ہوا اور ان کے علم کے مطابق اس نے مثالیں بھی دیں تو نبی ہر جگہ ہر قریے میں مبعوث ہوئے۔ ہندوستان میں معروف تھا کہ ایک جگہ پانچ انبیاء کی قبریں یکجا ہیں تو میں نے مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں پڑھا کہ وہ بھی اس زیارت کو گئے اور انہوں نے بھی تصدیق فرمائی کہ انبیاء ہیں وہ صاحب کشف تھے حضرت رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے ساتھ لوگ باتیں کرتے تھے اور حضرتؒ اپنی سادگی میں بتاتے رہتے تھے انہیں تو ایک دفعہ میرے سامنے بات ہوئی ایک صاحب قبر کے بارے وہ پاکستان میں ایک جگہ ہے حضرتؒ نے فرمایا بھائی یہ تو صاحب کتاب نبی ہے یہ تو رسول ہے اس کے پاس اپنی کتاب ہے اب اس کتاب کی کسی کو سمجھ نہیں آتی کونسی زبان ہے کیسی ہے تو ایک ولی اللہ بہت پائے کے دفن ہیں بھیرہ میں یہ جو معروف ہیں نہیں بلکہ ان کی قبر پر لوگوں نے مکان بنا لئے ہوئے ہیں اور آبادی کے نیچے ہے اور وہ اپنے عہد کے اپنے زمانے کے

غوث گذرے ہیں اور غوث اولیاء اللہ میں وہ بندہ ہوتا ہے جو اپنے وقت میں دنیا میں ساری آبادی میں ایک فرد ہوتا ہے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ اکثر ساتھیوں سے ان سے ملاقات کراتے رہتے تھے بات چلتی رہتی تھی تو حضرت نے فرمایا جی غوث صاحب سے عرض کرو حضرت کی عادت تھی دو تین کشفیوں کو کہتے تھے تم کرو غوث صاحب سے گذارش کرو کہ یہ نبی جو ہیں ان کی کتاب کس زبان میں ہے کیسی ہے اس کے احکام کیا ہیں چونکہ کتابوں میں اخبار ایک ہیں اللہ کی ذات کے بارے اس کی صفات کے بارے قیامت کے بارے ۔ آخرت کے بارے عذاب و ثواب کے بارے جہاں تک خبر کا تعلق ہے وہ وہی ہے جو آدم علیہ السلام نے دی وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی سب نبیوں نے دی جہاں تک احکام کا تعلق وہ حالات لوگوں کی حیثیت لوگوں کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ہر قوم پر مختلف آتے رہے مختلف چیزیں حلال حرام ہوتی رہیں مختلف طریقہ ہائے عبادت آتے رہے تو وہ فرمانے لگے غوث صاحب فرماتے ہیں جی وہ اللہ کے رسول ہیں ان کے پاس کتاب ہے اور وہ برحق ہے حضرت اس کتاب میں کیا فرمایا مجھے کیا پتہ کتاب ان کے پاس ہے میں یہاں بیٹھا ہوں اب وہ چھوڑنے والے لوگ نہیں تھے عرض کی تشریف لے چلیں اور وہاں چل کر دیکھ لیں انہوں نے فرمایا دیکھو ہمارا ایمان تمام نبیوں کے ساتھ ہے انکار کریں تو کفر ہے لیکن چل کر جانے کے لئے صرف ایک دروازہ ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کسی کے پاس چل کر جانے کے مکلف نہیں ہیں ہم ہمیں کیا ضرورت ہے ان کی کتاب میں کیا ہے؟ کیا نہیں اس کے مکلف نہیں وہ ہم مکلف ہیں اس کتاب کے جاننے کے جو محمد رسول اللہ نے دی ہے تو ان کی عظمت ان کی نبوت ان کی رسالت پر ایمان ان کا ادب و احترام جزو ایمان لیکن ہمیں کسی نبی کے پاس چل کر جانے کی ضرورت نہیں تو یہ جس ہستی کے بارے میں بات کر رہا ہوں میں یہ بات کشفی مشاہدے کی ہے لیکن وہ اس سرزمین میں دفن ہیں جسے آپ پاکستان کہتے ہیں اسی طرح ہندوستان میں بھی قبریں پائی جاتی ہیں یقیناً" چین میں بھی ہوں گی جاپان میں بھی ہوں گی چند سال پہلے چین کے ایک علاقے سے کسی کھدائی کے دوران بہت سی قبریں برآمد ہوئیں جن کے وجود ابھی تک تر و تازہ تھے اور اس پر پھر ان کے ماہرین کی رائے بھی آئی جی یہ علاقہ جو ہے اس میں مٹی ایسی ہے اس میں ریت کا عنصر زیادہ ہے بارشیں کم ہوتی ہیں اس میں رطوبت نہیں پائی جاتی بھئی صرف ان وجودوں کے لئے رطوبت نہیں تھی دس' بارہ' چودہ ملے پھر بھی تب سے کب تک لوگ دفن ہو رہے ہیں باقیوں کو رطوبت کیوں کھا گئی تو اس طرح کی خرافات میں نے اس کے تبصروں میں۔ میں نے خود پڑھیں آتی رہیں پیپرز میں تو وہ بہرحال وہ ٹالنے والی بات تھی لیکن پتہ یہ چلتا ہے کہ وہاں بھی اللہ کے نبی مبعوث ہوئے اور وہ ان میں کوئی نبیؑ تھا یا صحابہؓ تھے یا وہ شہداء تھے کون لوگ تھے تو قرآن نے یہ خبر دی ہے جہاں جہاں انسانی آبادی تھی وہاں وہاں اللہ نے نبی مبعوث فرمائے۔

سوال :۔ کیا ہندومت اور بدھ مت سچے مذاہب تھے؟

جواب :۔ بدھ مت یا یہ سکھ مذہب جو ہے یہ دونوں ہندومت کی اصلاحی تحریکیں تھیں ہندومت ان سے پرانا ہے گوتم بدھ کا باپ بھی ہندو تھا اور گورونانک کا باپ بھی ہندو تھا ہندومت میں بہت زیادہ جنسی خرابیاں تھیں اور بہت زیادہ خرابیاں معاملات کی تھیں یہ جو ان کا برہمن یا

پنڈت ہوتا وہ دوسروں کا مال بھی لوٹتا' آبرو بھی لوٹتا اسے کار ثواب بھی قرار دیتا تو یہ دونوں سکھ مت اور بدھ مت یہ ہندومت کے دامن سے اٹھنے والی ہندومت کی اصلاحی تحریکیں تھیں وہ جو آوارگی اور لوٹ کھسوٹ وہ دہشت گردی کا عنصر ان مذاہب میں آگیا تھا اسے روکنے کے لئے یہ تحریکیں خود ہندومت کے بطن سے اٹھیں جہاں تک خود ہندومت کا تعلق ہے تو ہندومت کی کوئی بات بھی آسمانی مذاہب کے مطابق نہیں ہے عیسائیت یا یہودیت یا اور مذاہب جن میں آسمانی مذاہب ہونے کا امکان پایا جاتا ہے ان کے ہزار بگاڑ کے باوجود کوئی نہ کوئی بات ان میں آسمانی کتابوں کے مطابق کوئی نہ کوئی اثر رہ جاتا ہے تو ہندومت جو ہے اس کے سارے قصے کہانیاں انسانوں کے گرد گھومتے ہیں اور انسانوں میں ہی اس طاقت کو مانتا ہے جسے آپ خدا کہتے ہیں اللہ کہتے ہیں یا آخری طاقت مانتے ہیں اور پھر اسی کا عجیب و غریب افسانہ بناتا ہے تو اس کی کوئی ادا ایسی نظر نہیں آئی جس میں کوئی آسمانی بات ہو۔

سوال :۔ اس وقت بھی دنیا کی آبادی کا تقریباً ۳ چوتھائی حصہ غیر مسلم ہیں جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کی اکثریت بھی نام کی مسلمان ہے اور بے عملی کا شکار ہے تو کیا یہ ان حالات میں درست ہے کہ شیطان نے اللہ کی بارگاہ میں جو دعویٰ کیا تھا کہ میں آدمؑ کی اولاد کو جہنم میں لے جاؤں گا وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب ہو گیا؟

جواب :۔ آپ نے ایک طرف بات پڑھی ہے آپ نے وہ آیت پوری نہیں پڑھی شیطان نے یہ ضرور دعویٰ کیا تھا کہ میں اولاد آدمؑ کو ہر طرف سے گھیر لوں گا آگے سے آجاؤں گا۔ پیچھے سے دائیں سے' بائیں سے اور یہ میری پوجا کریں گے' میری بات مانیں گے آپ کی بات نہیں مانیں گے تو جواباً" اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ میری بات مانیں گے ان پر تیرا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان جو میری بات مانیں گے ان پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا اب رہ گئے وہ جو تیری مانیں گے تو تیرے لیے اور تیرے ماننے والوں کے لئے میں نے جہنم بنا دی ہے فکر نہیں کرو شیطان نے دعویٰ بعد میں کیا تھا بنانے والے کو پہلے علم تھا کہ کتنے لوگ جہنم میں جائیں گے کتنے اس کی بات سنیں گے اور کتنے اس کی بات ٹھکرائیں گے شیطان کے دعوے ادھورے ہیں' اس کا علم ادھورا ہے وہ مخلوق ہے' ناقص ہے اور اللہ خالق ہے شیطان کے شیطان بننے سے پہلے بھی وہ جانتا تھا جب شیطان فرشتوں کا استاد بنا ہوا تھا وہ تب بھی جانتا تھا کہ یہ ہے تو شیطان "نیتاً" شیطان ہی ہو گا وقتی طور پر عبادت کر رہا ہے جب آزمائش آئے گی تو یہ سب کچھ کھو کر اس طرف چلا جائے گا اس لئے جب شیطان مرتد ہوا تو اللہ نے یہ نہیں کہا کہ شیطان کافر ہو گیا فرمایا کان من الکفرین یہ تھا ہی کافروں میں سے علم الٰہی میں کسی بات کا ہونا اور شے ہے' اور اس کے واقعات کا ظہور پذیر ہونا اور بات ہے مخلوق کو تب پتہ چلتا ہے جب وہ ظہور پذیر ہوتی ہے اور اللہ خالق ہے اور اس مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے واقف ہے تو یہ شیطان کا دعویٰ سچ نہیں ہوا بلکہ اللہ کا ارشاد سچ ہوا (پہلے سے واقف ہے) جس نے فرمایا تھا و قلیل من عبادی الشکور اتنے حوصلے والے لوگ بہت کم ہوں گے جو شکر گذار ہوں گے اور اکثریت جو ہے وہ دنیا کی رنگینی میں کھو جائے گی اور ان کے لئے جہنم اسی دن سے تیار کر دی گئی ہے جس دن مخلوق کو پیدا فرمایا تھا۔